سلیم ساگانی ایک دبلا پتلا اور لمبے قد کا آدمی تھا۔ سر کے بال بڑی حد تک جھڑ چکے تھے اور جتنے تھے وہ سب تقریباً سفید ہو چکے تھے۔ اس کی عمر پچاس سال سے کم ہرگز نہیں تھی لیکن اپنے جسم کے دبلے پن کی وجہ سے وہ اب بھی پھرتیلا دکھائی دیتا تھا۔ ساگانی ایک انتہائی کامیاب گجراتی بزنس مین تھا۔ ڈیفنس کے شاندار علاقے میں اس کا ایک بے حد خوب صورت دومنزلہ بنگلہ تھا۔ اس بنگلے میں مہینے میں کم از کم ایک بار وہ اپنے خاص خاص دوستوں کو ایک ایسی شاندار پارٹی ضرور دیتا تھا جو ساری رات جاری رہتی تھی۔

انواع اقسام کے کھانوں کے ساتھ پینے پلانے کا بھی خاص اہتمام رہتا تھا۔ لوگ پی پی کر بہکتے تھے اور بہک بہک کر پیتے تھے۔ آدھی رات کے بعد وہاں کھیل تماشوں کا ماحول بن جاتا تھا۔ مغربی طرز زندگی کے دلدادہ اور ماڈرن سوسائٹی کے آزاد خیال لوگوں کی آج کے دور میں ہمارے یہاں بھی کوئی کمی نہیں ہے۔ اس لیے ساگانی کی پارٹی میں ایسے ہی مرد وخواتین کی اکثریت ہوتی تھی۔ ساگانی خاص طور پر خوب صورت اور الٹرا ماڈرن لڑکیوں کو ضرور اپنی پارٹی میں بلاتا تھا کہ پارٹی دیر تک چلتی رہی اور کوئی وہاں بوریت محسوس نہ کرے۔

لیکن اس بار پارٹی دینے کے شوقین سلیم ساگانی نے پارٹی کا اہتمام اپنے بنگلے کی بجائے اپنی نئی انتہائی شاندار لگژری لانچ پر کیا تھا اس جدید اور خوب صورت لانچ کا نام اس نے پانی کا محل رکھا تھا آج اس پانی کے محل کی تقریب رونمائی تھی لیکن پارٹی بھی چونکہ اس لانچ پر ہونے والی تھی اس لیے ساگانی نے کم مگر بے حد خاص خاص لوگوں کو ہی مدعو کیا تھا۔ اس پارٹی میں، میں اور وارثی بھی ساگانی کے خاص مہمانوں کے طور پر شامل تھے۔

اس وقت زیادہ تر مہمان لانچ کے شاندار ہال میں موجود تھے اور وہاں کاک ٹیل کا دور چل رہا تھا۔ اچانک میری نظر دور ایک کونے میں کھڑے ہوئے ایک آدمی پر پڑی۔ چند لمحوں تک تو میں اسے پہچاننے کی کوشش کرتا رہا۔ پھر میں نے وارثی سے پوچھا۔ ”کیا تم اس آدمی کو جانتے ہو وارثی؟“

وارثی نے اپنے منہ سے سگریٹ کا ڈھیر سارا دھواں چھوڑتے ہوئے اس طرف دیکھا۔ ”کون آدمی یار؟“

میں نے پھر اس لگ بھگ چالیس سالہ سوٹ میں ملبوس شخص کی جانب اشارہ کیا وارثی نے اس کی طرف دیکھا پھر بولا۔ ”مگر تم کیوں پوچھ رہے ہو؟“

اس کا نام سکندر جمال تو نہیں؟“ میں بولا۔

ہاں یہ ہی نام ہے۔“ وارثی بولا۔ ”مگر تم کیسے جانتے ہو؟“

میں جانتا تو نہیں ہوں لیکن کچھ عرصہ قبل ایک اخبار نے اس کے بارے میں ایک مختصر سی خبر چھاپی تھی اور اگر یہ وہی ہے تو میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"یہ اخبار کی خبر والا آدمی ہے یا نہیں یہ تو مجھے نہیں معلوم لیکن یہ سکندر جمال ضرور ہے۔" وارثی نے کہا۔ "یار اس کی بیوی بڑی خوب صورت ہے۔"

اس کی یہ بات سن کر میں نے گھور کر اس کی طرف دیکھا تو وہ پھر سگریٹ کا دھواں اڑاتا ہوا بولا۔ "اس طرح گھور کیوں رہے ہو۔ خود ہی دیکھ لو نا کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں؟"

"کون ہے اس کی بیوی؟"

وہ......ادھر دیکھو۔" وارثی نے آنکھوں کا اشارہ کیا۔ "وہ جو سلیم ساگانی کے کندھے سے کندھا ملائے اس سے بات کررہی ہے۔"

میں نے دیکھا سلیم ساگانی کے ساتھ ایک نوجوان اور خوب صورت عورت آسمانی رنگ کی ساڑھی میں ملبوس کھڑی تھی عمر میں وہ پچیس سال سے زیادہ کی نہیں لگتی تھی اور یہ سکندر جمال نامی شخص جو تنہا ایک کونے میں کھڑا تھا کسی طرح بھی اتنی خوب صورت عورت کا حقدار نہیں لگتا تھا۔

"یار ان دونوں کی عمر میں تو بڑا فرق ہے۔" میں نے وارثی سے کہا۔

"فرق تو ہوگا ہی۔" وارثی بولا۔ "یہ سکندر جمال کی تیسری بیوی ہے۔"

"پہلی دونوں کہاں ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ایک تو مرگئی اور دوسری سکندر کو چھوڑ کر بھاگ گئی۔" وارثی بولا۔

"مگر یہ چڑیا کیسے پھنس گئی؟"

"یہ ہی تو جمال کا کمال ہے۔" وارثی ہنس کر بولا۔ "تیسری بیوی خوب صورت ہی نہیں بلکہ پیسے والی بھی ہے۔ اس کا کوئی چچا صرف اس کے لیے کروڑوں کی دولت چھوڑ کر مرا ہے۔"

"کمال ہے۔" میں بولا۔ "اتنی بڑی دنیا میں اسے شادی کے لیے کوئی اور مرد نہیں ملا تھا کیا؟"

"دیکھو تو جب کہ اس دنیا میں یہ بندہ بھی موجود تھا۔" وارثی نے بڑی معصومیت سے کہا لیکن میں اس کو ہاتھ کے اشارے سے وہیں رکنے کا کہہ کر آگے بڑھ گیا۔ سکندر جمال ڈیک کے قریب کھڑا سمندر کے پانی کو گھور رہا تھا۔ میں اس کے قریب پہنچ کر رک گیا اور اپنے ہونٹوں پر ایک سلور جوبلی مسکراہٹ لا کر دھیرے سے بولا۔ "ہیلو۔"

سکندر جمال نے پلٹ کر ایک نشیلی نظر مجھ پر ڈالی اور دھیمی آواز میں بولا۔ "ہیلو۔" میں نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالا اور اس میں سے ایک سگریٹ پیش کرتے ہوئے بولا۔ "سگریٹ۔"

"شکریہ۔" سکندر بولا۔ "میں سگریٹ نہیں پیتا۔"

میں نے سگریٹ اپنے ہونٹوں میں دبا لیا اور اسے لائٹر سے سلگانے کے بعد بولا۔ "آپ سکندر جمال ہی ہیں نا؟"

وہ ذرا چونکا پھر دوبارہ مجھے غور سے دیکھنے کے بعد دھیمی آواز میں بولا۔ "لیکن آپ مجھے کیسے جانتے ہیں؟"

"جی میں دی ٹائم کا کرائم رپورٹر ہوں۔" میں بولا۔

"اوہ۔" اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ "کہاں کہاں نہیں پہنچ جاتے آپ لوگ بھی۔"

"لیکن میں یہاں ایک رپورٹر کی حیثیت سے نہیں آیا ہوں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اصل میں سلیم ساگانی صاحب سے کچھ دوستانہ تعلقات ہیں اور میں اس وقت ان کا مہمان ہوں۔"

"اوہ۔"

"پچھلے دنوں ایک ہوٹل میں کھانا کھاتے وقت آپ کو جو زہر دیا گیا تھا اس کی خبر ہم نے اپنے اخبار میں چھاپی تھی۔" میں نے کہا۔

"مگر مجھے کوئی زہر وہر نہیں دیا گیا تھا۔" سکندر جمال ذرا طیش میں آکر بولا۔ "وہ ایک معمولی سا فوڈ پوائزنگ کا کیس تھا جسے آپ اخبار والوں نے بلاوجہ ہی طول دے دیا تھا۔"

"ہم نے نہیں جناب پولیس نے۔" میں بولا۔

"پولیس والے ہی سہی۔" سکندر جھلا گیا۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ اتنی چھوٹی سی بات کا اتنا بڑا بتنگڑ کیسے بن گیا کہ خبر اخبار میں چھپنے کے قابل ہوگئی میں اپنی بیوی کے ساتھ ایک ہوٹل میں کھانا کھاتا ہوں۔ اتفاق سے کھانا مجھے راس نہیں آتا۔ ہماری طبیعت خراب ہوجاتی ہے میری زیادہ اور میری بیوی کی کم۔ اس میں بھلا زہر دینے والی بات کہاں سے آگئی؟"

"آپ کے ساتھ تو وہاں اور لوگوں نے بھی کھایا تھا لیکن کسی اور کی طبیعت تو خراب نہیں ہوئی تھی؟" میں بولا۔

"اپنا اپنا ہاضمہ ہے جناب میری ذرا زیادہ اور بیوی کی طبیعت ذرا کم خراب ہوئی۔" سکندر جمال بولا۔ "اب اگر اوروں کی طبیعت خراب نہیں ہوئی تو میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ ویسے بھی یہ ضروری تو نہیں کہ فوڈ پوائزنگ کا شکار سب ہی لوگ ہوں؟"

"جی ہاں۔" میں سر ہلا کر بولا۔ "یہ ضروری نہیں ہے۔"

"اور پھر ہمارے ڈاکٹر نے بھی یہ ہی کہا تھا کہ ہم فوڈ

پوائزننگ کا شکار ہوئے تھے۔"

"کل میری انسپکٹر فاروق سے اس سلسلے میں بات ہوئی تھی۔" میں نے دبی آواز میں کہا۔ "اس کا کہنا ہے کہ آپ کو زہر دیا گیا تھا۔"

"اس نے مجھے بھی یہ بات کہی ہے۔" سکندر جمال فوراً ہی بولا۔ "اگر یہ بات ہے تو مجھے بتائیے کہ اتنے بھرے پُرے ہوٹل میں کس نے مجھے زہر دیا؟ کیوں دیا؟ اور کب دیا؟"

"تو اس نے کچھ بتایا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں وہ تو الٹا مجھ سے پوچھ رہا تھا کہ میرا ایسا کون سا دشمن ہے جو مجھے زہر دے کر مارنا چاہتا ہے؟"

"آپ نے کچھ بتایا؟"

"ارے کوئی بات ہوتی تب نا میں بتاتا۔" وہ بولا۔ "میں جانتا ہوں نہ میرا کوئی دشمن ہے اور نہ ہی مجھے کسی نے زہر دیا تھا۔"

"لیکن....." میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ تب ہی سلیم ساگانی وہاں آ گیا اور سکندر جمال کی طرف دیکھ کر بولا۔

"ارے سائیں ادھر کونے میں کھڑے کیا کر رہے ہو؟ چلو ہال میں آ جاؤ ذرا دیکھو تو سہی کیسے کیسے حسین چہرے ہیں وہاں۔"

"ساگانی صاحب۔" سکندر جمال بے حد سنجیدہ لہجے میں بولا۔ "اب بات چیت ہو جائے تو بہتر ہے۔"

"ابھی نہیں سائیں۔" ساگانی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ڈنر کے بعد تب تک بہت سے مہمان چلے جائیں گے پھر اطمینان سے بات کریں گے۔"

"لیکن مجھے واپس بھی جانا ہے۔" سکندر نے کہا۔

"ارے واپس جا کر کیا کرو گے۔" ساگانی ہنس کر بولا۔ "آؤ عیش کرو۔"

"میرا جانا بہت ضروری ہے۔" سکندر جمال نے کہا۔ "میں صرف بات چیت کے لیے رکا ہوا ہوں۔"

"تو پھر چلے جاؤ۔" یکایک سلیم ساگانی کا لہجہ سرد ہو گیا۔ "لیکن بات چیت تو ڈنر کے بعد ہی ہو گی محبت کے ساتھ۔"

اتنا کہہ کر ساگانی گھوما اور وہاں سے چلا گیا۔ میں بھی تیزی سے اس کے ساتھ ہو لیا۔ دو چار قدم چلنے کے بعد میں نے اس سے پوچھا۔ "ساگانی صاحب یہ کیسی بات چیت کا ذکر ہو رہا تھا؟"

ساگانی ٹھٹک کر رک گیا اور میری طرف دیکھ کر غصے میں بولا۔ "ایک نمبر کا حرامی ہے وہ سالا سکندر نہ صرف اس شریف آدمی کو برباد کرنا چاہتا ہے بلکہ مجھے بھی چونا لگانے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"کون شریف آدمی؟" میں نے پوچھا۔

"ابراہیم بھائی۔" سلیم ساگانی نے ہال کے کونے میں ایک صوفے پر بیٹھے ہوئے ایک بزرگ شخص کی جانب اشارہ کیا اور کہا۔ "یہ ابراہیم بھائی ہے کلفٹن میں اس کا ایک دو ہزار گز کا پلاٹ ہے چند سال قبل سکندر نے ایک نمائش لگانے کے لیے ابراہیم بھائی کا وہ خالی پلاٹ پانچ ہزار روپیہ مہینے کے حساب سے کرائے پر لیا تھا۔ دو مہینے کا ایڈوانس کرایہ اس نے ابراہیم بھائی کو دے دیا۔ اس کے بعد نمائش کے اسٹال وغیرہ اکھڑ گئے اور پلاٹ خالی ہو گیا۔ میں وہ پلاٹ خرید کر رہائشی فلیٹ بنانا چاہتا ہوں۔ پلاٹ خریدنے کے پیسے میرے پاس ہیں اور عمارت کھڑی کرنے کے لیے بینک مجھے قرضہ دے رہا ہے۔ لیکن قرض حاصل کرنے کے لیے بینک کی شرط یہ ہے کہ میں ایک مقررہ تاریخ تک کام شروع کر کے دکھاؤں۔ اگر مقررہ تاریخ تک بنیاد نہیں کھدی تو معاہدہ کینسل ہو جائے گا۔ میں نے چالیس لاکھ میں اس پلاٹ کا سودا اس سے کر لیا ہے۔ اب یہ سالا سکندر کا بچہ ٹانگ اڑا رہا ہے کہ وہ پلاٹ تو اس کے پاس کرائے پر ہے اس لیے میں اس کا قبضہ نہیں لے سکتا۔"

"کیا نمائش ختم ہو جانے کے بعد بھی وہ پلاٹ کا کرایہ دے رہا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں وہ کہتا ہے کہ وہ پچھلے پانچ مہینوں کا کرایہ دینے کے لیے تیار ہے۔" سلیم ساگانی نے کہا۔ "کیونکہ قانونی طور پر وہ پلاٹ اس کے نام کرائے پر اٹھا ہوا ہے۔"

"لیکن وہ ایسا کیوں کر رہا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"شاید اس نے سن لیا ہے کہ میں اس پلاٹ پر پلازہ تعمیر کرنا چاہتا ہوں اور اگر وقت پر میرا کام شروع نہیں ہوا۔ تو بینک سے ملنے والا میرا لاکھوں کا قرض رک جائے گا اور یہ سارا چکر وہ مجھ سے پیسے اینٹھنے کے لیے چلا رہا ہے۔"

"آپ سے کیوں؟" میں بولا۔ "ابراہیم بھائی سے کیوں نہیں؟"

"کیونکہ پلاٹ خریدنے کی جلدی مجھے ہے۔ ابراہیم بھائی کو بیچنے کی کوئی جلدی نہیں ہے۔" سلیم ساگانی نے کہا۔ "اور سکندر لمبے عرصے تک خالی پلاٹ کا کرایہ دے نہیں سکتا اگر اسے یہ معلوم نہ ہوتا کہ مجھے پلاٹ خریدنے کی جلدی ہے تو وہ یہ سارا لفڑا ابھی نہ کرتا۔"

"تو آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"میں تو سکندر سے کوئی ڈیل کر لینا چاہتا ہوں۔" ساگانی نے کہا۔ "اگر اس کی ڈیمانڈ مناسب ہوئی تو اسے بلیک میلنگ سمجھ کر برداشت کر لوں گا۔"

''اگر اس کی ڈیمانڈ بہت زیادہ ہوئی تو؟''

''دیکھا جائے گا۔'' ساگانی کندھے اچکا کر بولا۔

''آپ نے اسے یہاں کیوں بلالیا؟''

میرے اس سوال پر سلیم ساگانی ذرا ہچکچایا پھر راز دارانہ لہجے میں دھیرے سے بولا۔''کل مجھے کسی گمنام عورت کا فون آیا تھا کہ اگر میں اپنی پارٹی میں سکندر اور اس کی بیوی کو بلا کر بات کروں تو بات بن سکتی ہے۔''

''وہ گمنام عورت کون تھی؟''

''پتا نہیں کون تھی۔'' ساگانی بولا۔''مگر بہت جوان اور کھنکتی ہوئی آواز تھی۔ میں نے وہ آواز پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ میرے بار بار پوچھنے پر بھی اس نے اپنا نام نہیں بتایا تھا۔''

''تو اس لیے آپ نے سکندر اور اس کی بیوی کو یہاں بلایا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں انہیں بھی اور دوسرے لوگوں کو بھی۔'' ساگانی نے کہا۔

''دوسرے کون لوگ؟''

''ابراہیم بھائی اور ان کے دیگر رشتے دار۔''

''رشتے دار کیوں؟''

''ابراہیم بھائی ضرورت سے زیادہ سیدھا آدمی ہے اس کے گھر والے جونک کی طرح اس سے چپکے رہتے ہیں۔ وہ اکیلا اسے کہیں جانے نہیں دیتے۔'' ساگانی نے بتایا۔

''پلاٹ کا اکیلا مالک ابراہیم بھائی ہی ہے؟'' میں نے پوچھا۔''باقی رشتے داروں کی مالی حالت کیسی ہے۔''

''مالک اکیلا ابراہیم بھائی ہی ہے۔'' ساگانی نے کہا۔''باقی رشتے دار سالے کڑکے ہیں۔''

''کون کون رشتے دار ساتھ آئے ہیں؟''

''وہ دیکھو۔'' ساگانی نے آنکھ کے اشارے سے دکھایا۔

''وہ جو اس کے ساتھ چپکا ہوا سفید بالوں والا بیٹھا ہے وہ ابراہیم کا بڑا بھائی یونس بھاتی ہے اور ابراہیم بھائی کے سامنے اس کی بہن زینت بائی بیٹھی ہے۔''

''ہوں۔''

''اور جو دوسرے صوفے پر جوان سی لڑکی بیٹھی ہے۔ وہ زینت بائی کی لڑکی صائمہ ہے اور اس کے برابر میں جو لمبا تڑنگا نوجوان ہے وہ اس کا منگیتر مناف ہے۔''

''ہوں اب سمجھا۔'' میں بولا۔

''یونس تو صاف صاف اپنے چھوٹے بھائی سے پیسے بٹورتا رہتا ہے لیکن زینت بڑی چالاک عورت ہے وہ اپنی نیت کا اظہار کھل کر نہیں کرتی۔ سننے میں آیا ہے کہ بے چارے ابراہیم بھائی کا سارا نقد روپیہ یہ لوگ پی گئے ہیں اور اب اس پلاٹ کی رقم پر نظر لگائے بیٹھے ہیں۔ یونس اپنے چھوٹے بھائی سے کوئی بڑی رقم یک مشت اینٹھنا چاہتا ہے اور میں نے سنا ہے کہ ابراہیم بھائی نے صائمہ کے منگیتر کو بھی کوئی بزنس شروع کرنے کے لیے پانچ لاکھ روپے دینے کا وعدہ کیا ہے۔''

''قرض؟''

''نام تو قرض ہی ہوگا لیکن واپس کون کم بخت کرتا ہے؟''

''لیکن اگر کسی وجہ سے پلاٹ بک نہ پایا تو سب سے زیادہ مایوسی ابراہیم بھائی کے انہی رشتے داروں کو ہوگی ہے نا؟'' میں نے کہا۔

''ہاں۔'' ساگانی نے جواب دیا اور پھر بولا۔''اچھا بھئی میں چلتا ہوں مجھے ایک چڑیا کو پھانسنا ہے دیر ہوگئی تو کوئی اور دبوچ لے گا۔''

''میں ذرا دیر تک اسے لمبے لمبے ڈگ بھر کر ایک خوب صورت لڑکی کی جانب بڑھتے دیکھتا رہا۔ پھر میں دھیرے دھیرے چلتا ہوا وارثی کے پاس آ گیا۔ وارثی ریل گاڑی کے پرانے انجن کی طرح مسلسل دھواں چھوڑ رہا تھا۔

''کیا ہوا؟'' مجھے دیکھتے ہی وہ میری طرف لپکا تو میں نے اسے سب کچھ بتا دیا ساری بات سننے کے بعد وہ حسب معمول چہک کر بولا۔''یار یہ سب باتیں میں نے کسی جاسوسی فلم میں یا کسی جاسوسی ناول میں پڑھی ہوتیں تو میں ایک بات ضرور دعویٰ سے کہہ دیتا۔''

''کیا؟''

''یہی کہ سکندر جمال کا قتل ہونے والا تھا۔''

''پاگل ہو گئے ہو تم؟'' میں منہ پھیر کر بولا۔

''میں یہ بات حقیقت میں نہیں کہہ رہا ہوں۔'' وارثی نے بڑی معصومیت سے کہا۔''میں تو ایک جاسوسی کہانی پڑھنے والے کی حیثیت سے کہہ رہا ہوں تم خود سوچو کہ سلیم ساگانی وہ قیمتی پلاٹ خریدنا چاہتا ہے اور سکندر جمال اس کے بیچ میں ٹانگ اڑا رہا ہے اگر وہ ساگانی کے راستے سے نہ ہٹا تو جاسوسی کہانی کے حساب سے ساگانی اس کا قتل کرسکتا ہے یا کروا سکتا ہے۔''

''نان سنس۔'' میں نے پھر برا سا منہ بنایا۔''تمہارے پاس بھی تو اس کے قتل کی وجہ موجود ہے۔''

''میرے پاس؟ کیسے؟'' وارثی حیرت سے بولا۔

''اس کی بیوی جو بڑی خوب صورت ہے۔'' میں بولا۔''اسے دیکھتے ہی تمہارے منہ میں پانی بھر آیا تھا اگر تم سکندر کو قتل کردو تو شاید وہ تم سے شادی کرلے۔''

"بالکل درست۔" وارثی جوش میں آ کر بولا۔ "اگر ایسی بات ہے تو سمجھ لو سکندر جمال گیا کام سے۔"

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔" میں جھلا کر بولا۔ "لگتا ہے تمہیں چڑھ گئی ہے۔ اسی لیے یہ اناپ شناپ بک رہے ہو۔"

"بک نہیں رہا..... " وارثی بولا۔ "میں تو تمہیں جاسوسی ناول کے پلاٹ کے بارے میں بتا رہا ہوں۔"

"بکواس بند کرو اور بتاؤ یہاں سے جانے کا ارادہ ہے یا نہیں؟" میں بولا۔

"بالکل نہیں ہے۔" وارثی بولا۔ "گھر جا کر بھی تو سو ہی جانا ہے۔ ویسے ڈنر کے بعد بہت سے لوگ چلے جائیں گے کیونکہ اتنے سارے لوگوں کے لیے لانچ میں سونے کی جگہ کہاں ہے؟"

"جو لوگ واپس جانا چاہیں گے کیا انہیں یہ ہی لانچ کنارے پر چھوڑے گی؟"

"نہیں ایک لانچ اور بھی ہے۔" وارثی بولا۔ "ساگانی کے ایک مہمان کی جب وہ جائے گا تو دوسرے جانے والوں کو اپنی لانچ پر لے جائے گا۔"

"اچھا ایک بات بتاؤ۔" میں بولا۔ "اگر ڈنر کے بعد سکندر اپنی خوب صورت بیوی کو لے کر چلا گیا تو کیا تب بھی تم رات یہاں گزارو گے؟"

"لعنت ہے یار تم تو سارا موڈ ہی چوپٹ کر دیتے ہو۔" وارثی نے منہ پھلا کر کہا اور میں مسکراتا ہوا اس کی طرف دیکھتا رہ گیا۔

☆☆

ڈنر کے بعد بہت سارے لوگ چلے گئے اور اب لانچ پر صرف گنے چنے لوگ ہی رہ گئے تھے جن میں سکندر جمال اس کی بیوی، ابراہیم بھائی اور اس کے خاندان والوں کے علاوہ وارثی اور میں بھی موجود تھے۔ ہم سب ایک میز کے گرد بیٹھے تھے اور ہمارے سامنے کافی کی پیالیاں پڑی تھیں۔

"ہاں سکندر سائیں بولو بھئی کیا چاہتے ہو تم؟" سلیم ساگانی نے کافی کا ایک گھونٹ بھر کر سکندر کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"میں؟" سکندر گڑبڑا گیا۔ "میں تو کچھ بھی نہیں چاہتا۔"

"تو پھر کیوں خواہ مخواہ ٹانگ اڑائے بیٹھے ہو؟"

"لیکن میں تو کوئی ٹانگ نہیں اڑا رہا ہوں۔" سکندر نے کہا۔

"اتنے انجان مت بنو تم جانتے ہو وہ پلاٹ تمہارے کسی کام کا نہیں ہے۔" ساگانی نے کہا۔ "خالی پیلی اس کا کرایہ دیتے رہنے سے تمہیں کچھ حاصل ہونے والا نہیں ہے۔ اس لیے نمائش ختم ہوتے ہی تم نے پلاٹ کو خدا حافظ کہہ دیا تھا لیکن پلاٹ میں میری دلچسپی دیکھ کر تم خواہ مخواہ ہی جھمیلا کھڑا کر رہے ہو۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" سکندر جمال نے کہا۔ "میں اس پلاٹ پر اب ایک مقامی نمائش لگانے کا پروگرام بنا رہا ہوں۔"

"بکواس ہے۔" ساگانی ذرا جھلا کر بولا۔ "ابراہیم بھائی سے یہ غلطی ہوگئی کہ انہوں نے تمہیں نوٹس نہیں بھجوایا کہ تم اب پلاٹ کے کرائے دار نہیں ہو۔ پھر بھی تمہیں یہ جب چاہیں بے دخل کر سکتے ہیں۔"

"اتنی آسانی سے نہیں۔" سکندر بولا۔ "عدالت میں مجھ پر مقدمہ کیے بغیر نہیں اور تب تک بہت وقت گزر جائے گا اور تمہارے بینک کی فائل بھی بند ہو جائے گی۔"

"تو اس سے تمہیں کیا فائدہ ہوگا؟" ساگانی بولا۔ "تم صاف صاف کیوں نہیں کہتے کہ تم چاہتے کیا ہو؟"

"پانچ لاکھ۔" سکندر بولا۔

"پاگل ہو گئے ہو کیا؟" ساگانی بولا۔ "ہم تمہیں زیادہ سے زیادہ پچاس ہزار دے سکتے ہیں۔ پچیس ہزار ابراہیم بھائی دیں گے اور پچیس میں دے دوں گا۔"

"لیکن پانچ لاکھ سے کم پر سودا نہیں ہوگا۔" سکندر نے زور دے کر کہا۔

"دیکھو سکندر وہ ایک خالی پلاٹ ہے۔ اس پر کوئی عمارت نہیں ہے کہ تم قبضہ کر کے بیٹھے رہو۔" ساگانی نے کہا۔ "میں اس پر پلازہ بنواؤں گا۔ کام شروع کرا دوں گا اور تم کچھ بھی نہیں کر سکو گے۔"

"یہ تمہارا وہم ہے ساگانی۔" سکندر انتہائی سرد لہجے میں بولا۔ "میں عدالت کے ذریعے اسٹے آرڈر لاؤں گا۔ جب تک میرا فیصلہ نہیں ہو جاتا تم پلاٹ پر ایک اینٹ بھی نہیں لگا پاؤ گے۔"

"بھئی میں تو پچیس ہزار سے زیادہ ایک پائی بھی نہیں دوں گا۔" ابراہیم بھائی ساگانی کے بولنے سے پہلے بول پڑے۔ "تم اگر اس کو کچھ دو گے ساگانی تو اپنے پاس سے دو۔"

"یہ تو زیادتی ہے۔" ساگانی بولا۔ "اس طرح تو پلاٹ مجھے کافی مہنگا پڑ جائے گا۔"

"یہ سوچنا آپ کا کام ہے۔" ابراہیم بھائی کے بھائی یونس نے کہا۔

میں نے دیکھا زینت بائی کی بیٹی صائمہ اور اس کے منگیتر مناف کے چہروں پر بے چینی کے تاثرات بڑھتے جا رہے تھے۔ شاید وہ چاہتے تھے کہ جلد سے جلد پلاٹ فروخت ہو جائے۔

"لیکن بھائی صاحب میں آپ کا پلاٹ خرید رہا ہوں۔" ساگانی بولا۔ "اس کا صاف وشفاف قبضہ مجھے دلانا تو آپ کا کام ہے آپ پیسہ لیجیے اور پلاٹ کا قبضہ مجھے دیجیے۔ سکندر کے مسئلے سے نمٹنا آپ کا کام ہے میرا نہیں ہے۔"

"لیکن ہمیں پلاٹ بیچنے کی جلدی نہیں ہے۔" یونس بھائی نے کہا۔ "پلاٹ خریدنے کی جلدی آپ کو ہے ہم اگر دو تین سال بعد اس کے بارے میں سوچیں گے تو اس کی قیمت بھی بڑھ جائے گی اور ہمیں سکندر سے کرائے کی رقم بھی ملتی رہے گی۔"

"آپ کی یہ بات بالکل درست ہے۔" ساگانی بولا۔ "لیکن اگر ایسا ہو گیا تو اس میں آپ کے خاندان والوں کو سخت ناگوار گزرے گا۔"

"ہمارے خاندانی معاملات میں آپ کو دخل اندازی کا حق نہیں ہے مسٹر ساگانی۔" یونس بھائی نے کہا۔ "خاندانی معاملہ ہمارا نجی معاملہ ہے۔"

"ہاں اور کیا؟" زینت بائی نے بھی اپنے بھائی کی تائید کی اور اسی وقت ابراہیم بھائی نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا مگر اپنے بڑے بھائی کی سرخ سرخ آنکھیں دیکھ کر خاموش رہ گئے لیکن تب ہی صائمہ نے کھنکھار کر گلا صاف کیا اور دھیمی آواز میں رک رک کر بولی۔ "میرے خیال سے کچھ کم زیادہ کر کے بات طے ہو جائے تو اچھا ہے۔"

"تم چپ رہو۔" یونس بھائی زور سے چلائے۔ "تم ان باتوں کو کیا سمجھتی ہو؟"

صائمہ سہم کر چپ ہو گئی۔ میں نے دیکھا اس کا منگیتر مناف کھا جانے والی نظروں سے یونس بھائی کو گھور رہا تھا یکایک میں وارثی کی جانب جھک گیا۔ وہ میری برابر والی کرسی پر ہی بیٹھا تھا۔ میں نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر دھیمی آواز میں اس سے کہا۔

"سکندر کی اپنی مالی حالت کیسی ہے؟"

"کیا مطلب؟" وارثی نے پوچھا۔

"تم نے کہا تھا نا کہ اس کی بیوی بہت پیسے والی ہے۔" میں بولا۔ "میرا مطلب ہے کہ اس کے اپنے پلے بھی کچھ ہے یا وہ بیوی پر ہی بوجھ ہے؟"

"میرے خیال سے تو وہ کڑکا ہی ہے۔" وارثی بولا۔

"پھر تو یہ ممکن ہے کہ پلاٹ کا کرایہ نامہ اس کی بیوی کے نام پر ہو؟"

"ہو سکتا ہے۔"

اچانک میں سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور ان سب لوگوں کی طرف منہ کر کے بولا۔ "اگر آپ لوگوں کو اعتراض نہ ہو تو کیا میں ایک بات پوچھ سکتا ہوں؟"

"کیا کہنا چاہتے ہو تم؟" ساگانی نے میری طرف دیکھا۔

"سکندر صاحب۔" میں نے سیدھا سکندر جمال کو مخاطب کر کے پوچھا۔ "کیا پلاٹ کا کرایہ نامہ یعنی اس کا ایگریمنٹ آپ کے نام پر ہے؟"

"کیا مطلب؟" سکندر نے چونک کر میری طرف دیکھا۔

"میں نے کہا کیا کرایہ نامہ آپ کے نام ہے؟"

سکندر نے فوراً جواب نہیں دیا کچھ سوچ کر بولا۔ "اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"بہت فرق پڑتا ہے۔" میں بولا۔ "ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ آپ سے سودا ہو جائے اور بعد میں جس کے نام کرایہ نامہ ہے وہ انکار کر دے؟"

"ایسا نہیں ہو سکتا۔" سکندر جمال زور دے کر بولا۔ "ایسا نہیں ہوگا۔"

"مگر یہ کیا حرکت ہوئی سکندر سائیں؟" ساگانی بول پڑا۔ "اتنے دنوں بعد تم اب یہ بات بتا رہے ہو کہ کرایہ نامہ تمہارے نام نہیں ہے۔ بھئی یہ تو حد ہو گئی۔"

"کرایہ نامہ میرے نام نہ سہی لیکن اس پر کوئی بھی ڈیل کرنے کا مجھے پورا اختیار ہے۔" سکندر بولا۔ "کرایہ نامہ ہماری اس کمپنی کے نام ہے جس نے وہاں نمائش لگائی تھی۔"

"اور کمپنی میں تمہاری کیا حیثیت ہے؟" ساگانی نے پوچھا۔

سکندر جمال پھر ہچکچایا اور دھیرے سے بولا۔ "میں اس کا ایک پارٹنر ہوں۔"

"اور کتنے پارٹنر ہیں اس میں؟ کون کون ہیں؟" ساگانی بولا۔

"جتنے بھی ہوں۔" سکندر بولا۔ "مجھے ان کی طرف سے ڈیل کرنے کا حق حاصل ہے۔"

"تو دکھاؤ کمپنی کا وہ اجازت نامہ۔"

"کیا میری بات پر یقین نہیں ہے؟" سکندر جھلا گیا۔

"تمہارا کہنا ہی کافی نہیں ہے۔" ساگانی بولا۔

’’کم ازکم اس کی بیوی پارٹنر نہیں ہے۔‘‘ میں پھر جھک کر وارثی کے کان میں بولا۔ ’’اگر ہوتی تو یہ ابھی بتا دیتا۔‘‘
’’ٹھیک کہتے ہو تم۔‘‘ کہہ کر وارثی چپ ہو گیا۔
’’سکندر سائیں۔‘‘ ساگانی کہہ رہا تھا۔ ’’جب تک تم نہیں بتاؤ گے کہ تمہارے پارٹنر کون کون ہیں تب تک کوئی سودا نہیں ہوگا کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ بعد میں کوئی ہنگامہ ہو جائے۔‘‘
’’نہیں ایسا کچھ نہیں ہوگا۔‘‘ سکندر نے کہا۔ ’’میں جو فیصلہ کروں گا وہ سب کو منظور ہوگا۔‘‘
’’لیکن تمہیں ان کا نام بتانے میں کیا اعتراض ہے؟‘‘ یونس بھائی نے کہا۔
’’میں اس وقت کسی کو بھی نام بتانا نہیں چاہتا۔‘‘ سکندر جمال نے ایک نظر اپنی بیوی پر ڈالتے ہوئے کہا۔
’’تو پھر اس وقت کوئی سودا بھی نہیں ہو سکتا۔‘‘ کہہ کر ساگانی اٹھ کھڑا ہو گیا۔
’’میری دوسری پارٹنر کا نام نیلم ہے۔‘‘ یکایک سکندر نے دھیرے سے کہا تو اس کی بیوی رخشندہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا لیکن سکندر نے اس سے نظر نہیں ملائی۔
’’کون ہے یہ نیلم؟‘‘ ساگانی نے کھڑے کھڑے ہی پوچھا۔
’’میری پارٹنر ہے۔ ڈیفنس کے علاقے میں رہتی ہے۔‘‘ سکندر جمال دھیرے دھیرے بولا۔ ’’اسی نے اس پلاٹ پر نمائش کا اہتمام کیا تھا۔‘‘
’’اس کے علاوہ کوئی اور؟‘‘ ساگانی نے پوچھا۔
’’نہیں کوئی اور نہیں۔‘‘ سکندر بولا۔
’’ٹھیک ہے اب اس بارے میں جو بات ہوگی وہ کل ہو گی۔ میرا اسیکریٹری آپ لوگوں کو آپ کے کیبن دکھا دے گا۔‘‘ ساگانی نے سب کی طرف نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔ ’’وہاں آپ چاہیں تو انجوائے کریں یا آرام کریں آپ کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔‘‘
’’لیکن ساگانی صاحب......‘‘ یونس بھائی نے کچھ بولنا چاہا لیکن ساگانی نے ہاتھ اٹھا کر اس کی بات کاٹ دی۔ ’’میں نے کہا نا اب اس سلسلے میں جو بات ہوگی وہ کل ہوگی۔‘‘
’’لیکن میرا جواب کل بھی یہ ہی ہوگا۔‘‘ سکندر بولا۔ ’’یعنی پانچ لاکھ۔‘‘
’’ٹھیک ہے کل یا تو تمہیں پانچ لاکھ روپے مل جائیں گے یا مجھے کوئی دوسرا پلاٹ مل جائے گا۔‘‘ ساگانی ذرا سخت لہجے میں بولا۔
’’لیکن میں رات تمہاری لانچ پر نہیں گزار سکتا۔‘‘ سکندر بولا۔ ’’مجھے تم کنارے پر پہنچا دو۔‘‘
’’یہ نہیں ہو سکتا۔‘‘ ساگانی بولا۔ ’’رات زیادہ ہو چکی ہے اور میرے آدمی سو چکے ہیں۔ کشتی اس وقت پانی میں اتارنا خطرناک ہے۔‘‘ اتنا کہہ کر ساگانی لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ میں نے اور وارثی نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ باقی لوگ بھی ایک دوسرے کا منہ تک رہے تھے۔
رات آدھی گزر چکی تھی لیکن مجھے نیند نہیں آ رہی تھی۔ لانچ کے کیبن میں لیٹا ہوا میں کئی سگریٹ پھونک چکا تھا لیکن نیند تھی کہ آنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ تھک ہار کر میں کیبن کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ کنارے سے کوئی ایک فرلانگ کے فاصلے پر پانی میں کھڑی ہوئی لانچ لہروں کے دوش پر دھیرے دھیرے ہچکولے کھا رہی تھی۔ سمندر کے پانی میں چاروں طرف رات کا گہرا اندھیرا اترا ہوا تھا۔ میں دھیرے دھیرے ریلنگ کے پاس چہل قدمی کرنے لگا۔
ڈیک کی دوسری جانب لانچ کا ایک چوکیدار لمبا اوور کوٹ پہنے کھڑا تھا۔ چہل قدمی کے دوران ایک بار میرا پاؤں کسی چیز سے ٹکرایا۔ میں نے اندھیرے میں جھک کر دیکھا وہ رسی کا ایک گچھا تھا۔ میں نے اسے پاؤں ہی سے ایک طرف اچھال دیا اور پھر ٹہلنے لگا۔ کوئی دس منٹ بعد یکایک مجھے لانچ کے اگلے حصے سے کسی عورت کی چیخ سنائی دی ساتھ ہی ٹھائیں کی ایک ایسی آواز بھی میری سماعت سے ٹکرائی جیسے گولی چلی ہو۔ اس کے فوراً بعد ہی مجھے پانی کی چھپ چھپ کی آوازیں بھی سنائی دیں۔ میں نے لانچ کے اگلے حصے کی جانب نظر اٹھائی لیکن اب وہاں اوور کوٹ والا چوکیدار نظر نہیں آ رہا تھا۔ شاید وہ راؤنڈ لگاتا ہوا پچھلی طرف چلا گیا تھا۔
میں تیزی سے اگلے حصے کی جانب لپکا تو یکایک ہی مجھے اپنے قریب سے کپڑوں کی سرسراہٹ سنائی دی۔ میں نے گردن گھما کر دیکھا تو وہ کوئی انسانی سایہ ہی تھا پھر دوسرے ہی پل کوئی اچانک میرے سینے سے چپک گیا اور قیمتی پرفیوم کا بھپکا میری ناک میں گھستا چلا گیا اور تب مجھے لگا کہ میری بانہوں میں کسی عورت کا جسم ہے جو خوف سے بری طرح کانپ رہا ہے۔ ابھی میں خود کو اور اس کو سنبھالنے کی سوچ ہی رہا تھا کہ اس کے دائیں ہاتھ میں حرکت ہوئی اور میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں کیونکہ اس کے ہاتھ میں ایک ریوالور دبا ہوا تھا۔
’’کوئی پانی میں گیا ہے۔‘‘ اچانک اگلے حصے کی جانب سے ایک مردانہ آواز نے چیخ کر کہا۔ ’’یہاں کوئی پانی میں گر گیا ہے۔‘‘

سمندر کے پانی میں اس طرح ہلچل کی آوازیں آ رہی تھیں جیسے کوئی زور زور سے پانی میں ہاتھ پاؤں مار رہا ہو پھر یکا یک وہ آوازیں جس طرح آنا شروع ہوئی تھیں اس طرح یکا یک بند بھی ہو گئیں۔ لانچ کے دوسرے کیبنوں کے دروازے دھڑا دھڑ کھلنے لگے تھے اور لوگوں کے بھاگتے قدموں اور بولنے کی آوازیں خاموش فضا میں گونجنے لگی تھیں۔

"مجھے...... مجھے......" یکا یک میری بانہوں میں سمٹی ہوئی عورت کسمسا کر بولی۔

"مجھے...... جانے دو......" اور تب میں نے دیکھا وہ سکندر جمال کی خوب صورت بیوی رخشندہ تھی۔ "ہوا کیا ہے؟" میں نے اسے جھنجوڑ کر پوچھا۔

"چھوڑ دو مجھے...... جانے دو......" وہ پھر بولی۔

"یہ کیا ہے؟" میں نے اس کے ریوالور والے ہاتھ کی جانب اپنا ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ یکا یک اس کا جسم تن گیا اور وہ زور سے مجھ سے چپک گئی مگر دوسرے ہی لمحے اس کے دونوں گھٹنے مڑتے چلے گئے۔ مجھے لگا کہ وہ نیچے فرش پر گرنے لگی ہے پھر اس سے پہلے کہ میں جھک کر اسے سنبھالتا وہ مچھلی کی طرح بل کھا کر میری بانہوں سے پھسل کر بھاگ نکلی۔

اگلے ہی لمحے پورا ڈیک روشنی میں نہا گیا۔ سرچ لائٹوں کی روشنی اب سمندر کے پانی پر بھی ڈالی جا رہی تھی ساتھ ہی حفاظتی ٹیوب کا ایک جوڑا بھی پانی میں پھینکا گیا تا کہ ڈوبنے والا اس کو پکڑ کر اپنی جان بچانے کی کوشش کرے۔

"کیا ہوا سائیں؟" سلیم ساگانی دوڑتا ہوا میرے پاس آ کر بولا۔ وہ زور زور سے ہانپ رہا تھا۔

"معلوم نہیں۔" میں بولا۔ "میں نے کسی کو چلاتے سنا تھا کہ کوئی پانی میں گر گیا ہے۔ ساتھ ہی مجھے چھپاک کی آواز بھی سنائی دی تھی۔"

"تم نے کوئی گولی چلنے کی آواز بھی سنی تھی؟" ساگانی نے پوچھا۔

"میں نے ٹھائیں کی آواز سنی تو تھی لیکن معلوم نہیں وہ گولی کی آواز بھی یا نہیں۔"

"اوہ۔" ساگانی کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار نمایاں نظر آ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد اس کی نظر اپنے سیکریٹری پر پڑی جو ریلنگ پر جھکا ہوا نیچے جھانک رہا تھا۔

"عزیز۔" اس نے سیکریٹری کو پکار کر کہا۔ "سب لوگوں کو یہاں ڈیک پر اکٹھا کرو تا کہ معلوم تو ہو کہ کون غائب ہے؟"

"یس سر۔" عزیز نے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

"مگر سہیل۔" یکا یک ساگانی کوئی بات یاد کرتے ہوئے بولا۔ "تم تو بہت پہلے سے یہاں موجود تھے؟ اتنی رات کو تم ڈیک پر کیا کر رہے تھے؟"

"ٹہل رہا تھا۔" میں بولا۔ "مجھے نیند نہیں آ رہی تھی۔"

"تم نے یہاں کسی کو دیکھا تھا؟"

"وہاں سامنے میں نے ایک آدمی کو کھڑے دیکھا تھا۔" میں بولا۔ "شاید وہ لانچ کا چوکیدار تھا۔ اس کے علاوہ نائٹ سوٹ میں ملبوس میں نے ایک عورت کو بھی بھاگتے دیکھا تھا۔" میں نے بتایا۔

"کون تھی وہ؟" ساگانی نے چونک کر پوچھا۔

"معلوم نہیں اندھیرے میں دیکھ نہیں سکا۔" میں نے جواب دیا اور ٹھیک اسی وقت لانچ پانی پر سرکنے لگی تھی۔ سرچ لائٹ بدستور پانی کی سطح کو چھان رہی تھی۔ ساگانی وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ میں بھی لانچ کے اگلے حصے کی جانب چل پڑا تب ہی وارثی کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ "کیا ہو گیا پیارے؟"

"پتا نہیں یار۔" میں بولا۔

"مگر مجھے پتا ہے۔" وارثی بولا۔

"کیا؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"سکندر جمال لانچ پر موجود نہیں ہے۔" وہ بولا۔

"کیا؟"

"میں نے تو اس کے قتل کی بات مذاق میں کہی تھی۔" وارثی بولا۔ "مگر لگتا ہے میرا مذاق سچ ہو گیا۔"

"اچھا چپ رہو۔" میں جلدی سے بولا۔ "ساگانی ادھر ہی آ رہا ہے۔ تم میرا ایک کام کرو۔ جا کر لوگوں کی باتوں پر کان لگا لو مجھے اپنے اخبار کے لیے ایک تگڑی خبر ہاتھ لگنے کی امید ہو گئی ہے۔"

"او کے۔" کہہ کر وارثی وہاں سے کھسک گیا۔

"سائیں۔" ساگانی میرے پاس آ کر بولا۔ "سکندر کی بیوی ڈیک پر تھی جس عورت کو تم نے بھاگتے دیکھا تھا وہ رخشندہ ہی تھی۔"

"اچھا۔" میں نے حیرت سے کہا۔

"تم نے اسے پہچانا نہیں تھا؟" ساگانی بولا۔ "وہ کہتی ہے کہ اس کے شوہر نے اس کے کیبن میں فون کیا تھا وہ بہت گھبرایا ہوا تھا اس نے رخشندہ سے کہا تھا کہ وہ اس کے تکیے کے نیچے سے ریوالور نکال لے اور اسے لے کر فوراً ڈیک پر اس کے پاس آ جائے۔ اس نے رخشندہ کو بتایا تھا کہ وہ لانچ کے اگلے حصے سے اسے فون کر رہا ہے اس نے اسے جلدی آنے کی تاکید کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہ اس کی زندگی اور موت کا سوال ہے۔"

"اس کا شوہر کیبن میں موجود نہیں ہے کیا یہ بات رخشندہ کو معلوم نہیں تھی؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں وہ دونوں تو سو گئے تھے لیکن سکندر کب اٹھ کر باہر چلا گیا تھا اس کی رخشندہ کو خبر ہی نہیں تھی۔ وہ تو فون کی گھنٹی سن کر جاگی تھی۔"

"پھر؟"

"اس نے شوہر کی ہدایت کے مطابق ریوالور نکالا اور نائٹ سوٹ میں ہی لانچ کے اگلے حصے کی جانب دوڑ پڑی تھی۔" ساگانی جلدی جلدی بول رہا تھا۔ "ڈیک سے گزرتے ہوئے اس نے ایک سائے کو یوں ادھر ادھر جھکتے دیکھا جیسے وہ سایہ کسی سے ہاتھا پائی کر رہا ہو۔ اس نے صرف ایک ہی آدمی کا سایہ دیکھا تھا دوسرا شاید ڈیک کے نیچے تھا اس لیے شاید وہ اسے دکھائی نہیں دیا تھا۔"

"پھر کیا ہوا؟" میرا تجسس بڑھ گیا۔

"اس کے پہنچنے سے پہلے ہی وہ سایہ یکا یک ڈیک کی ریلنگ پر سے الٹا اور سمندر کے پانی میں جا گرا۔ تب ہی وہ زور سے چلائی پھر ساتھ ہی ایک فائر کی آواز سنائی دی اور پانی کی چھپ چھپ کی آوازیں بھی آنے لگیں۔ تب تک وہ اگلے حصے میں پہنچ چکی تھی۔ وہاں اس نے کسی کو اپنا نام پکارتے سنا۔ اس نے ریلنگ سے جھک کر نیچے جھانکا تو اسے پانی میں ایک آدمی ہاتھ پاؤں مارتا دکھائی دیا۔ وہ شخص پانی میں یوں ہاتھ پاؤں مار رہا تھا جیسے بہت زیادہ زخمی ہو۔ وہ تیرنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ رخشندہ نے اس کی گھٹی گھٹی آواز سے ہی اندازہ لگا لیا کہ وہ شخص اس کا شوہر سکندر تھا جو بے حد نحیف آواز میں اس کا نام پکار رہا تھا۔ وہ اور بھی کچھ بول رہا تھا لیکن پانی کے شور میں اس کی آواز صاف نہیں آ رہی تھی۔ پھر رخشندہ کے دیکھتے ہی دیکھتے اس نے ہاتھ پاؤں مارنے بند کر دیئے اور سمندر کی موجیں اسے بہا کر لے گئیں۔ رخشندہ نے سوچا کہ شاید اس کا شوہر بہتا ہوا لانچ کی دوسری طرف پہنچ گیا ہو۔ لہٰذا وہ بھاگ کر دوسری ریلنگ پر پہنچی تھی لیکن سکندر پانی میں کہیں دکھائی نہیں دیا تھا اور اسی بدحواسی میں وہ تم سے ٹکرا گئی تھی۔"

"ہاں۔" میں بولا۔ "میرے خیال سے ایسا ہی ہوا ہوگا۔"

"وہ ٹکرائی تو ایسے ہی ہوگی۔" ساگانی بولا۔ "لیکن اس کی باقی کہانی سچ نہیں ہوسکتی۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"مثلاً یہ کہ....." ساگانی دھیرے سے بولا۔ "جیسا کہ وہ کہتی ہے کہ سکندر نے اسے لانچ کے اگلے حصے سے فون کیا تھا یہ ممکن نہیں ہے۔"

"کیوں؟" میں بولا۔ "میں نے وہاں بنے ہوئے چھوٹے سے کیبن میں ایک فون لگا ہوا دیکھا ہے۔"

"فون تو ہے لیکن اس فون پر سے وہ اپنے کیبن میں اپنی بیوی سے بات نہیں کر سکتا تھا۔" ساگانی دھیمے لہجے میں بولا۔ "کیونکہ اس لانچ پر دو انٹر سسٹم فون لگے ہوئے ہیں۔ ایک سسٹم آٹومیٹک ہے جس میں ڈائل کرنے سے نمبر ملتا ہے اور دوسرا روٹری ٹائپ ہے جس میں ضرورت والے نمبر پر لگی ہوئی گولی گھمانے اور پیچر دبانے سے نمبر ملتا ہے۔ ڈائل والے فون تمام کیبنوں میں اور اسٹاف کے کمروں میں لگے ہوئے ہیں اور پیچر والے فون لانچ کے اندر ایک دوسرے سے رابطہ کرنے کے لیے لگائے گئے ہیں اور یہ سب انہی لوگوں کے پاس لگے ہیں جو لانچ سے وابستہ ہیں۔ پوری لانچ میں ایک ہی جگہ ایسی ہے جہاں یہ دونوں فون ایک ساتھ لگے ہوئے ہیں اور وہ جگہ ہے میرا کیبن۔"

"تو آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ حقیقت چاہے کچھ بھی ہو لیکن میرا ایک مہمان میری لانچ پر سے غائب ہو گیا ہے اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں؟" ساگانی پریشان سے لہجے میں بولا۔ "رخشندہ جو کہانی سنا رہی ہے وہ ممکن نہیں ہے۔ سکندر اگلے حصے والے فون بوتھ سے اس کے کیبن میں فون نہیں کرسکتا۔"

"تو آپ کا مطلب ہے وہ جھوٹ بول رہی ہے؟"

"ہاں۔" ساگانی بولا۔ "شام کو لانچ کا چکر لگاتے وقت رخشندہ نے فون کا وہ کیبن دیکھا تھا لیکن وہ فون کا یہ سسٹم نہیں جانتی تھی اس لیے جھوٹ بول گئی۔"

"کمال ہے۔" میں بولا۔ "خیر اس ریوالور کا کیا ہوا جو رخشندہ کے ہاتھ میں تھا؟"

"وہ ریوالور میں نے اپنے قبضے میں رکھ لیا ہے۔" ساگانی نے کہا۔ "اس کے چیمبر میں مجھے ایک خالی کارتوس ملا ہے۔ جو یہ ثابت کرتا ہے کہ اس میں سے ایک گولی چلائی گئی ہے باقی پانچ گولیاں اس میں موجود ہیں۔"

"ساگانی صاحب کہیں آپ یہ تو نہیں کہنا چاہتے کہ رخشندہ نے اپنے شوہر کو ہلاک کیا ہے؟"

"حالات اسی طرف اشارہ کر رہے ہیں سائیں۔" ساگانی بولا۔ "رخشندہ کا کہنا ہے کہ اس کے شوہر نے اسے ریوالور ساتھ لے کر لانچ کے اگلے حصے پر بلایا تھا اور اس کے پاس سے برآمد ہونے والے ریوالور کا ایک خالی کارتوس بھی اس بات کی گواہی دے رہا ہے۔"

"کیوں خواہ مخواہ آپ اس پر شک کر رہے ہیں؟" میں بولا۔ "وہ بے چاری ایسی تو نہیں لگ رہی کہ کسی کا قتل کر سکے۔ البتہ وہ سکندر جمال ایک چالاک اور پراسرار آدمی لگتا تھا۔ اس کی جگہ اگر رخشندہ اس طرح غائب ہوتی ہوتی تو لوگوں کا شک یقیناً سکندر پر ہی جاتا۔"

"تم کیا رخشندہ کو پہلے سے جانتے ہو؟" ساگانی نے مجھے گھور کر پوچھا۔

"نہیں یہ ہی پہلی ملاقات ہے۔" میں بولا۔

"تو پھر اس کی حمایت کیوں کر رہے ہو؟" ساگانی آنکھ دبا کر بولا۔ "ویسے ہے بڑی خوب صورت کہیں اس کے چکر میں تو نہیں ہو؟"

"کیا بکواس ہے؟" میں بولا۔ "اب یہ بتایئے کہ سکندر کی تلاش کے سلسلے میں کیا اقدامات کیے جا رہے ہیں؟"

"جو کچھ ممکن ہے کیا جا رہا ہے۔" ساگانی بولا۔ "لانچ پر دو چھوٹی کشتیاں ہیں اور میں نے دونوں کو ہی پانی میں اتروا دیا ہے۔ تلاش جاری ہے لیکن ہاتھ شاید ہی کچھ لگے گا۔ وہ زندہ ہوتا اور پانی میں ہاتھ پاؤں مار رہا ہوتا تو اب تک میرے آدمیوں کی نظر میں آ چکا ہوتا۔"

"وہ رات کو آخری بار کب دیکھا گیا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"جب اس نے سونے کے لیے اپنے کیبن کی لائٹ بجھائی تھی۔" ساگانی بولا۔

"اس کا مطلب ہے وہ اپنی بیوی کے سو جانے کے بعد ہی اٹھ کر کیبن سے باہر نکلا تھا۔"

"ہاں۔"

"ابھی سونے والے کپڑوں میں ہی؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں باہر نکلنے سے پہلے اس نے کوٹ پتلون پہن لیے تھے۔ کیونکہ نائٹ سوٹ کیبن میں موجود ہے البتہ اس نے جرابیں نہیں پہنی تھیں اور خالی جوتے پہن کر ہی باہر نکل گیا تھا۔" ساگانی نے کہا۔

"آپ نے پولیس کو خبر کر دی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں میرے آدمی پانی میں اسے ڈھونڈ رہے ہیں۔" ساگانی نے کہا۔ "جب تک مجھے یقین نہ ہو جائے کہ اب اس کی تلاش بے کار ہے تب تک تو....." ساگانی بولتے بولتے چپ ہو گیا۔

"فرض کر لیں کہ اب سکندر دنیا میں موجود نہیں ہے۔" میں بولا۔ "تو کیا اب بھی آپ اس پلاٹ کو خریدنے کی کوشش کریں گے؟"

"نہیں اب تو حالات بہت مختلف ہو گئے ہیں۔" ساگانی گمبھیر لہجے میں بولا۔ "تمہیں یاد نہیں ہے؟ سکندر نے کہا تھا کہ کرایہ نامہ ایک کمپنی کے نام ہے اور اس کمپنی کی پارٹنر کوئی عورت تیلم بھی ہے۔ سکندر موجود ہوتا تو بات چیت کی گنجائش بھی تھی اب پتا نہیں اس عورت سے کوئی بات چیت ہو گی بھی یا نہیں؟"

☆☆

ماحول پر ایک عجیب سی بے چینی چھائی ہوئی تھی۔ لانچ پر موجود سب لوگ پریشان نظر آ رہے تھے۔ سکندر کی تلاش اب بھی جاری تھی لیکن ابھی تک کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا تھا۔ میں اور وارثی سب لوگوں سے الگ تھلگ ایک طرف کھڑے تھے۔ "کچھ ہاتھ لگا؟" میں نے دھیرے سے پوچھا۔

"کوئی خاص بات معلوم نہیں ہوئی۔" وارثی بولا۔ "لیکن سکندر کی بیوی کو سب لوگ ابھی سے ایسی نظروں سے دیکھنے لگے ہیں جیسے شریف لوگوں میں وہ کوئی چور ہو۔"

"خود ساگانی بھی اس کے بارے میں یہی رائے رکھتا ہے۔" میں نے کہا۔

"لیکن رخشندہ کے پاس تو اپنے شوہر کو قتل کرنے کا کوئی مقصد دکھائی نہیں دیتا۔" وارثی نے کہا۔ "جب کہ ابراہیم بھائی کے رشتے داروں کے پاس اس کے قتل کا تگڑا مقصد ہے۔"

"وہ کیسے؟"

"وہ ایسے کہ پلاٹ کی فروخت کے بعد وہ ابراہیم بھائی سے پیسہ حاصل کرنے کی امید لگائے بیٹھے تھے مگر سکندر ان کے راستے کی رکاوٹ بن گیا تھا۔ اس لیے ان میں سے کسی نے....."

"اس طرح تو ساگانی کے راستے کی بھی وہ رکاوٹ تھا۔" میں نے وارثی کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "اسی لیے تو میں جاننا چاہتا ہوں کہ سب لوگ صرف رخشندہ پر ہی شک کیوں کر رہے ہیں؟"

"ٹھہرو کوئی اس طرف آ رہا ہے۔" وارثی نے دھیرے سے کہا اور پیچھے دیکھنے لگا۔

وہ ابراہیم کا بڑا بھائی یونس تھا جو اس طرف آ رہا تھا۔ "سردی بہت بڑھ گئی ہے۔" وہ ہمارے نزدیک آ کر بولا لیکن جب ہم نے کوئی جواب نہیں دیا تو وہ ریلنگ کے نیچے جھانکتا ہوا بولا۔ "سکندر اس جگہ سے گرا تھا نا؟"

"ہاں۔" میں بولا۔

"یہ معلوم ہوا کہ وہ اتنی رات کو یہاں کیا کرنے آیا تھا؟" یونس بھائی نے پوچھا۔

''نہیں، ہم نے ابھی کچھ نہیں سنا۔'' وارثی بولا۔
''کچھ بھی ہو وہ تھا بہت گھٹیا آدمی۔'' یونس بھائی نے کہا۔ ''اب شاید پلاٹ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔''
''وہ کیسے؟'' میں نے پوچھا۔
''بھئی جو اس سودے میں رکاوٹ بنا ہوا تھا وہی نہیں رہا تو بات تو بن ہی جائے گی نا؟''
''یہ وہم ہے آپ کا۔'' میں بولا۔ ''کیونکہ معاملہ تو اور بھی پیچیدہ ہو گیا ہے۔ آپ ساگانی صاحب سے پوچھ لیجیے آپ شاید بھول رہے ہیں کہ کرایہ نامہ ایک کمپنی کے نام ہے اور اس کی پارٹنر نیلم نامی کوئی عورت بھی ہے۔ اس لیے ضروری نہیں کہ نیلم آپ کی آفر مان لے۔''
''اوہ۔'' یونس بھائی کے ہونٹ سکڑ گئے پھر تھوڑی دیر بعد بولے۔ ''ایک بات نے مجھے سخت الجھن میں ڈال رکھا ہے۔''
''کون سی بات نے؟'' وارثی نے پوچھا۔
''پتا نہیں یہ بات مجھے اپنی زبان پر لانی چاہیے یا نہیں۔'' یونس بھائی نے جیسے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر یکایک ہی آگے بولے۔ ''اس حادثے سے پہلے میری بھانجی صائمہ ڈیک پر منڈلا رہی تھی۔''
''کیا؟'' میں نے حیرت سے ان کی طرف دیکھا۔
''ہاں میں نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اصل میں میرے کیبن کی ایک چھوٹی سی کھڑکی ڈیک کی طرف کھلتی ہے۔ میں وہیں بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا کہ یکایک مجھے ڈیک پر صائمہ دکھائی دی۔''
''لیکن ڈیک پر تو اندھیرا رہا ہو گا؟'' وارثی بولا۔ ''پھر آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ صائمہ ہی تھی۔''
''اندھیرا تھا لیکن اتنا گہرا نہیں تھا کہ میں اسے پہچان نہ پاتا۔'' یونس بھائی بولے۔ ''وہ ڈیک کے اس طرف تھی یعنی اگلے حصے کی جانب سے آ رہی تھی۔''
''آپ نے یہ بات کسی اور کو بھی بتائی ہے؟'' میں نے پوچھا۔
''نہیں آپ لوگوں کو ہی بتا رہا ہوں۔'' یونس بھائی نے کہا۔ ''تمہارے خیال سے کیا مجھے یہ بات پولیس کو بتانا چاہیے؟''
''یہ تو آپ کی اپنی مرضی پر منحصر ہے۔'' میں نے کہا۔
''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں؟'' یونس بھائی الجھے ہوئے لہجے میں بولا۔ ''میرے خیال سے تو مجھے ابھی چپ ہی رہنا چاہیے اگر صائمہ خود پولیس کو بتاتی ہے کہ وہ حادثے سے پہلے ڈیک پر تھی تو میں بھی بتا دوں گا کہ میں نے اسے ڈیک پر دیکھا تھا۔''
''اور اگر صائمہ نے کچھ نہ بتایا تو؟'' وارثی بولا۔
''تب تو بڑی مشکل ہو جائے گی۔ اس کی خاموشی کا مطلب تو یہی ہو گا کہ وہ کچھ چھپانا چاہتی ہے اور کچھ چھپانے کا مطلب ہے کہ.....'' یونس بھائی نے جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑ دی۔
''لیکن پولیس سے بات کرنے کی نوبت آنے سے پہلے آپ خود اپنی بھانجی سے کیوں نہیں بات کر لیتے؟'' میں نے کہا۔
''ہاں۔'' یونس بھائی ایک گہرا سانس لے کر بولا۔ ''یہ ٹھیک ہے میں ابھی جا کر بات کرتا ہوں۔'' اس کے ساتھ ہی وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔
''کیسا حرامی بوڑھا ہے۔'' اس کے جانے کے بعد وارثی نے کہا۔ ''خاص طور پر اپنی بھانجی کا ذکر کیا تھا اس نے' اس طرح شاید اس نے اوروں کے کان میں بھی یہ بات ڈالی ہو گی۔''
''شاید وہ اسی لیے ہمارے پاس آیا تھا؟'' میں بولا۔
''یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی اور وجہ رہی ہو۔'' وارثی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ اصل میں حادثے والی جگہ تو یہی ہے یہیں سے رخشندہ نے اپنے شوہر کو پانی میں گرتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس لیے ممکن ہے یہاں کوئی ایسا ثبوت وغیرہ ہو جس میں.....'' وارثی نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ ہمیں ایک موٹر بوٹ لانچ کی طرف آتی دکھائی دی۔
''لگتا ہے پولیس آ گئی۔'' میں بولا اور وارثی کے ساتھ وہاں سے آگے بڑھ آیا۔
موٹر بوٹ ذرا ہی دیر میں لانچ کے ساتھ آ لگی اور اس کی رسی کو لانچ میں لگے لوہے کے ہک سے باندھ دیا گیا۔ انسپکٹر زمان خان چند کانسٹیبلوں کے ساتھ اوپر آ گیا۔ تب تک لانچ میں موجود سب لوگ ہال میں آ گئے تھے۔ مجھ پر نظر پڑتے ہی انسپکٹر زمان خان کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات ابھرے لیکن اس نے منہ سے کچھ نہیں کہا۔
سب سے پہلے اس نے سلیم ساگانی کو ایک طرف لے جا کر کچھ بات کی اور پھر لوگوں میں واپس آ گیا۔ پھر اس نے رخشندہ کا بیان لینا شروع کیا۔ رخشندہ نے بڑی سنجیدگی سے وہی سب باتیں دہرا دیں جو میں ساگانی کے منہ سے سن چکا تھا۔ پھر انسپکٹر زمان خان میری طرف متوجہ ہوا اور گمبھیر سی آواز میں بولا۔ ''اس وقت تم ڈیک پر تھے؟''
''ہاں۔'' میں بولا۔

''اس سلسلے میں تم کیا جانتے ہو؟'' زمان خان نے پوچھا۔

''کوئی خاص بات نہیں۔'' میں بولا۔ ''میں وہی کچھ جانتا ہوں جو ابھی آپ نے مسز سکندر کے منہ سے سنا ہے۔''

''ڈیک پر کسی قسم کا کوئی شور شرابہ تھا؟'' انسپکٹر خان نے سب پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالی۔ ''کیا وہاں کوئی اور بھی موجود تھا؟''

انسپکٹر خان کے اس سوال پر سب خاموش رہے نہ صائمہ کچھ بولی اور نہ یونس بھائی۔

''اگر بات گولی چلنے کی نہ ہوتی تو یہ ایک عام سا حادثہ ہی سمجھ لیا جاتا۔'' انسپکٹر زمان خان نے کہا۔ ''یعنی ایک آدمی ریلنگ سے پھسل کر پانی میں گر گیا لیکن یہ گولی چلنے والی بات اس سارے واقعے کو غیر معمولی بنا رہی ہے۔'' اتنا کہہ کر اس نے رخشندہ کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ ''مسز سکندر کیا آپ کو پورا یقین ہے کہ آپ نے گولی چلنے کی آواز سنی تھی؟''

''جی ہاں مجھے پورا یقین ہے۔'' رخشندہ بولی۔

''آپ کے ہاتھ میں بھی تو ریوالور تھا؟'' انسپکٹر نے پوچھا۔ ''لیکن گولی آپ نے نہیں چلائی تھی۔''

''جی۔''

''لیکن اس ریوالور میں ایک خالی کارتوس موجود ہے۔''

''مجھے معلوم ہے۔'' رخشندہ نے فوراً ہی کہا۔

''آپ کو کیسے معلوم ہے؟'' انسپکٹر نے پوچھا۔

''جب میں نے ساگانی صاحب کو ساری بات بتائی تھی تو انہوں نے میرے سامنے ہی ریوالور کھولا تھا اور پھر انہوں نے ہی مجھے بتایا کہ اس بھرے ہوئے ریوالور میں ایک خالی کارتوس موجود ہے۔ میں تو جانتی نہیں کہ خالی کارتوس کون سا ہوتا ہے اور بھرا ہوا کون سا ہوتا ہے۔'' رخشندہ کی بات سن کر انسپکٹر زمان خان ذرا دیر تک چپ رہا پھر اچانک میری طرف گھوم کر بولا۔ ''تم آدھی رات کو ڈیک پر کیا کر رہے تھے؟''

''ٹہل رہا تھا۔''

''کیوں؟''

''کیونکہ میں نے کھانا زیادہ کھا لیا تھا۔'' میں بولا۔ ''اور مجھے نیند بھی نہیں آ رہی تھی۔''

''تم اس لیے تو ڈیک پر موجود نہیں تھے کہ تمہیں پہلے سے بھنک لگ گئی تھی کہ ڈیک پر کچھ ہونے والا ہے؟'' انسپکٹر خان نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

''جی ہاں یہ ہی بات تھی۔'' میں اطمینان سے بولا۔

''یعنی کہ تمہیں امید تھی کہ وہاں کچھ ہونے والا ہے؟'' اس بار انسپکٹر کے لہجے میں کڑک تھی۔

''جی ہاں لیکن وہ نہیں ہوا جس کی مجھے امید تھی۔'' میں دھیرے سے بولا۔

''تمہیں کس بات کی امید تھی؟''

''بال ڈانس کی۔'' میں بولا تو انسپکٹر خان قہر آلود نظروں سے مجھے گھورنے لگا اور میں آگے بولا۔ ''آپ ایسے اوٹ پٹانگ سوال ہی کیوں پوچھ رہے ہیں کیا مجھے کوئی خواب آیا تھا کہ ڈیک پر کچھ ہونے والا ہے؟''

''آپ لاش کی تلاش میں کیا کچھ کر رہے ہیں؟'' میری جانب سے منہ پھیر کر انسپکٹر نے ساگانی سے پوچھا۔

''ہر ممکن کوشش ہو رہی ہے اور تلاش کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔'' ساگانی بولا۔ ''لیکن ایک بات میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ پانی میں کوئی ہاتھ پاؤں مارتا ہوا زندہ آدمی موجود نہیں ہے۔''

''آپ کے شوہر کو تیرنا آتا تھا؟'' انسپکٹر نے پلٹ کر رخشندہ سے پوچھا۔

''ہاں۔'' رخشندہ نے کہا۔ ''وہ بہت اچھا تیراک تھا پانی میں گرنے کے بعد بھی وہ ڈوبنے والے نہیں تھے اگر...... اگر......''

''اگر انہیں گولی نہ لگتی۔ یہ ہی کہنا چاہتی ہیں نا آپ؟'' انسپکٹر بولا۔

''جی ہاں۔''

''آپ جانتی ہیں کوئی آدمی کیوں ان کی جان لینا چاہتا تھا؟''

اس سوال پر رخشندہ پہلے تو ہچکچائی اور اس کی نظر ساگانی کے چہرے پر سے ہوتی ہوئی ابراہیم بھائی کے رشتے داروں کے چہروں سے گھومتی ہوئی واپس انسپکٹر زمان خان کے چہرے پر جم گئی۔ ''نہیں میں نہیں جانتی۔'' وہ بولی۔

''میں آپ لوگوں سے ایک بار پھر پوچھتا ہوں۔'' یکا یک انسپکٹر نے اونچی آواز میں کہا۔ ''کیا اس وقت ڈیک پر آپ لوگوں میں سے کوئی موجود تھا؟''

کوئی کچھ نہ بولا۔ صائمہ میرے ساتھ ہی کھڑی تھی میں نے دیکھا اس نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا تھا لیکن پھر فوراً ہی ہونٹ بھینچ لیے تھے۔

''بتا دو۔'' میں نے دھیرے سے اسے کہنی ماری تو وہ حیرت سے میری طرف دیکھنے لگی پھر یکا یک وہ بولی۔ ''انسپکٹر صاحب میں ڈیک پر تھی۔''

''کیا کر رہی تھیں آپ وہاں؟'' انسپکٹر نے غور سے اسے

دیکھا۔
"یوں ہی چہل قدمی کر رہی تھی۔" صائمہ بولی۔ "مجھے نیند نہیں آ رہی تھی۔"
"اوہ تو آپ کو بھی نیند نہیں آ رہی تھی؟" انسپکٹر زمان خان طنزیہ لہجے میں بولا۔ "مگر کیوں؟"
"میں پریشان تھی اپنے چھوٹے ماموں جان کے پلاٹ کے سودے کی میرے لیے بڑی اہمیت تھی اس کے فروخت ہونے پر میری آنے والی زندگی کا پورا دارومدار تھا اور سودا طے نہیں ہو رہا تھا اس پریشانی میں مجھے نیند نہیں آ رہی تھی۔"
"آپ بات ذرا تفصیل سے بتایئے۔" انسپکٹر نے کہا۔
"میرے منگیتر مناف نے ہوٹل مینجمنٹ کا کورس کیا ہوا ہے اور وہ یہ ہی کام کرنا چاہتا ہے جس کے لیے چھوٹے ماموں نے ہماری مالی مدد کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ ان کے وعدے پر ہی مناف نے کلفٹن میں ایک ریسٹورنٹ کا ساڑھے تین لاکھ میں سودا کر لیا اور اپنی جمع پونجی ایک لاکھ روپے ریسٹورنٹ کے لیے ایڈوانس میں دے دی۔ اب چند دنوں میں اسے بقیہ ڈھائی لاکھ روپے مالک کو دینے ہیں اگر یہ روپیہ دینے میں ناکام رہا تو ایک لاکھ روپے ضبط ہو جائیں گے چھوٹے ماموں نے پلاٹ کے سودے کے بعد روپیہ دینے کے لیے کہا تھا ساگانی انکل نے کاغذات بھی تیار کرا لیے تھے لیکن عین وقت پر سکندر صاحب نے بیچ میں کود کر ایسی رکاوٹ ڈال دی کہ اب کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا ہوگا؟ چھوٹے ماموں کا پلاٹ نہیں بکے گا تو وہ ہمیں روپیہ کیسے دے سکیں گے؟ ان حالات میں میرا پریشان ہونا کیا ناجائز ہے؟"
انسپکٹر زمان خان نے پہلے تو ہمدردانہ نظروں سے صائمہ اور مناف کی طرف دیکھا پھر صائمہ سے پوچھا۔ "جب آپ ڈیک پر موجود تھیں تو آپ نے وہاں اور بھی کسی کو دیکھا تھا؟"
"جی ہاں میں نے سکندر صاحب کو دیکھا تھا۔" صائمہ نے کہا۔
"کہاں؟"
"وہ لانچ کے اگلے حصے میں ریلنگ کے پاس کھڑے تھے۔" صائمہ نے بتایا۔
"یوں لگ رہا تھا جیسے کسی کا انتظار کر رہے ہوں۔"
"آپ نے ان سے بات کی تھی؟" انسپکٹر نے پوچھا۔
"میں نے کوشش کی تھی تو انہوں نے کہا تھا کہ میں وہاں سے چلی جاؤں کیونکہ وہاں کوئی ان سے ملنے کے لیے آنے والا ہے۔" صائمہ بولی۔
انسپکٹر زمان خان ذرا دیر تک چپ رہا پھر اچانک رخشندہ کی جانب منہ اٹھا کر بولا۔ "مسز سکندر کیا سکندر صاحب کوئی انشورنس پالیسی بھی چھوڑ کر گئے ہیں؟"
"جی ہاں بیس لاکھ کی بیمہ پالیسی ہے۔" رخشندہ نے جواب دیا۔
"یہ پالیسی انہوں نے کب لی تھی؟"
رخشندہ پہلے تو ہچکچائی پھر ذرا دیر ٹھہر کر بولی۔ "شاید ایک مہینہ پہلے۔"
"اوہ۔" انسپکٹر زمان خان کے ہونٹ کھلے رہ گئے۔ ذرا دیر تک وہ اسی طرح بیٹھا رہا پھر سب لوگوں پر نظریں گھماتا ہوا بولا۔ "آپ سب لوگ اپنے اپنے کیبنوں میں تشریف رکھیں میں مسز سکندر سے کچھ اور سوالات پوچھنا چاہتا ہوں اس درمیان آپ لوگوں کی موجودگی ضروری نہیں ہے۔"
اس کا حکم سنتے ہی سب لوگ بھاری قدموں سے وہاں سے چلے گئے۔ صرف رخشندہ ہی وہاں رہ گئی تھی۔

☆☆

میں اپنے کیبن میں واپس نہیں گیا تھا بلکہ ڈیک پر ہی ایک اوٹ میں دبکا کھڑا تھا۔ آدھے گھنٹے بعد میں نے انسپکٹر زمان خان اور رخشندہ کو ہال سے باہر نکلتے دیکھا۔ انسپکٹر زمان خان سلیم ساگانی کے کیبن کی طرف جا رہا تھا اور رخشندہ اپنے کیبن کی جانب بڑھ رہی تھی۔
میں تھوڑی دیر تک تو وہیں کھڑا رہا۔ پھر دھیرے دھیرے راہداری سے گزرتا ہوا رخشندہ کے کیبن کے پاس آ گیا اور دھیرے سے بند دروازے پر دستک دی۔
"کون؟" اندر سے رخشندہ کی آواز آئی۔
"میں ہوں۔" میں نے دھیرے سے کہا۔ "سہیل......"
"دروازہ کھلا ہے۔" رخشندہ نے کہا تو میں دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہو گیا۔ دروازہ بند کرنے کے بعد میں نے دیکھا رخشندہ پلنگ کے پاس کھڑی تھی اس کی آنکھوں میں سرخ سرخ ڈورے تیر رہے تھے جیسے وہ دیر تک روئی ہو میں اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا اور ہمدردانہ لہجے میں بولا۔ "لگتا ہے انسپکٹر بڑی بے رحمی سے پیش آیا ہے۔"
"مسٹر سہیل۔" رخشندہ بھاری سی آواز میں بولی۔ "مجھ پر اپنے شوہر کے قتل کا الزام لگایا جا رہا ہے۔"
"کیا آپ نے اپنے شوہر کو قتل کیا ہے؟"
"نہیں۔"
"تو پھر آپ گھبراتی کیوں ہیں؟" میں بولا۔ "حوصلہ رکھیے سب ٹھیک ہو جائے گا۔"
"مجھے تو یوں لگتا ہے کہ وہ انسپکٹر ابھی مجھے یہاں سے لے

جائے گا اور سیدھا پھانسی پر چڑھا دے گا۔'' رخشندہ نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔
''اتنی آفت نہیں آئی ہے۔'' میں نے کہا۔ ''اگر آپ بے قصور ہیں تو وہ کچھ نہیں کرسکتا۔ اب میں آپ سے چند سوال کرنا چاہوں گا۔''
''آپ بھی مجھ سے سوال پوچھنے آئے ہیں؟'' وہ حیرت سے بولی۔
''آپ بھول رہی ہیں کہ میں دی ٹائم کا کرائم رپورٹر ہوں۔'' میں نے دھیمے اور نرم لہجے میں کہا۔ ''اور دی ٹائم ایک بڑا اخبار ہے۔ اس میں آپ کے حق میں لکھی ہوئی باتیں آپ کے لیے بہت فائدہ مند ہوں گی۔''
''آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟''
''آپ کے شوہر نے کہا تھا کہ ریسٹورنٹ کا کھانا کھانے سے آپ لوگوں کو فوڈ پوائزن ہوگیا تھا لیکن پولیس کا کہنا ہے کہ آپ کے کھانے میں زہر ملایا گیا تھا۔ اس بارے میں آپ کیا کہتی ہیں؟''
''ممکن ہے پولیس ٹھیک کہتی ہو۔'' وہ بولی۔ ''ممکن ہے کھانے میں زہر ہی ملایا گیا ہو۔''
''آپ کے شوہر کا کوئی دشمن تھا؟''
''ایک نہیں کئی تھے۔'' رخشندہ نے کہا پھر ذرا دیر کی خاموشی کے بعد دھیمی آواز میں بولی۔ ''مسٹر سہیل، سکندر جمال سے شادی میری زندگی کی سب سے بڑی بھول تھی وہ آدمی یکا یک ہی میری زندگی میں اس طرح حاوی ہوگیا تھا کہ میں اپنا آپ ہی بھول گئی اور اس کے کہتے ہی اس سے شادی کے لیے تیار ہو گئی۔ اس وقت مجھے اس بات پر اعتراض نہیں ہوا تھا کہ وہ مجھ سے عمر میں پندرہ سال بڑا تھا اور نہ اس پر اعتراض تھا کہ وہ پہلے بھی دو شادیاں کر چکا تھا اور اس کی مالی حالت بھی کافی کمزور ہے لیکن جلد ہی میری آنکھوں پر سے عشق کا پردہ ہٹ گیا اور مجھے محسوس ہونے لگا کہ اس سے شادی کر کے میں نے کتنی بڑی بھول کی ہے لیکن ان سب باتوں کے باوجود میں نے اسے شوہر کا مکمل درجہ دیا اس کو ہر طرح کی آزادی تھی اس کے کسی کام پر میں اسے ٹوکتی بھی نہیں تھی۔ وہ رات کے دو دو بجے گھر آتا تھا۔ غیر عورتوں کے ساتھ گھومتا تھا لیکن میں خاموش رہتی تھی۔ میں چاہتی تھی کہ گھر میں کسی طرح بھی ہو پرسکون ماحول بنا رہے لڑائی جھگڑے نہ ہوں۔''
''آج کے واقعے کے بارے میں آپ نے جو کچھ کہا ہے کیا وہ بالکل سچ ہے؟''
''میں قسم کھا کر کہہ رہی ہوں کہ میں نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل سچ ہے۔'' وہ بولی۔
میں اس کی بات سن کر ذرا دیر تک سوچتا رہا پھر یکا یک ہی پوچھ بیٹھا۔
''کیا آپ نے کل سلیم ساگانی کو فون کر کے یہ کہا تھا کہ وہ اگر اسے اور اس کے شوہر کو اپنی پارٹی میں مدعو کرے تو شاید پلاٹ کا معاملہ طے ہوسکتا ہے؟''
میرا سوال سن کر رخشندہ کے چہرے پر حیرت کے آثار دکھائی دیئے۔ ''کون کہتا ہے؟''
''آپ سوال کا جواب دیجیے۔'' میں نے دھیان سے اس کی طرف دیکھا۔
''ہاں میں نے اپنے شوہر کے کہنے پر ساگانی کو فون کیا تھا۔'' رخشندہ نے کہا۔
''لیکن وہ اس لانچ پر ہی آکر کیوں بات کرنا چاہتا تھا؟'' میں بولا۔ ''اور آپ کو ساتھ لانا کیوں چاہتا تھا؟ بات تو کہیں بھی ہوسکتی تھی آپ کی موجودگی کے بغیر بھی۔''
''مجھے نہیں معلوم۔'' رخشندہ اکھڑے ہوئے لہجے میں بولی۔ ''میں نہیں جانتی کہ سکندر نے ایسا فون مجھ سے کیوں کروایا تھا؟ اس نے جو کہا میں نے ساگانی سے کہہ دیا۔''
تب ہی کسی نے کیبن کے دروازے کو دھکیل کر کھول دیا۔ میں نے اور رخشندہ نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا تو انسپکٹر زمان خان اور ایک سب انسپکٹر کیبن کے اندر داخل ہو رہے تھے۔ ''تم؟'' مجھے دیکھتے ہی انسپکٹر کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ ''تم یہاں کیا کر رہے ہو؟''
''بیٹھا ہوں۔'' میں مسکرا کر بولا۔ ''اور ان سے بات کر رہا ہوں۔''
''کیا بات کر رہے تھے؟'' انسپکٹر نے سخت لہجے میں پوچھا۔ ''ٹھیک ہے اب تم یہاں سے چلے جاؤ۔'' انسپکٹر زمان خان نے ناگوار لہجے میں کہا۔ ''مجھے ان سے ضروری باتیں کرنا ہیں۔''
''باتیں میری موجودگی میں بھی تو ہوسکتی ہیں۔'' میں بولا۔
''مجھے تمہاری موجودگی پر اعتراض ہے۔'' انسپکٹر اونچی آواز میں بولا۔
''لیکن انہیں تو کوئی اعتراض نہیں ہے۔'' میں نے رخشندہ کی طرف دیکھ کر کہا تو رخشندہ بول پڑی۔ ''جی ہاں مجھے ان کی موجودگی پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔'' یہ سنتے ہی انسپکٹر زمان خان کی بھنویں تن گئیں اور وہ سپاٹ سے لہجے میں بولا۔
''ٹھیک ہے لیکن میڈم رخشندہ میں نہیں چاہتا تھا کہ میں ابھی اور اسی وقت آپ کے خلاف کوئی قدم اٹھاؤں مگر اب

آپ خود ہی مجبور کر رہی ہیں تو میں آپ کو اپنے شوہر کے قتل کے الزام میں گرفتار کرتا ہوں۔"

"غلط ہے۔" رخشندہ تڑپ کر بولی۔ "مجھ پر قتل کا الزام غلط ہے۔ کیونکہ جس وقت وہ پانی میں گرے تھے میں ان سے کافی فاصلے پر تھی۔"

"میں آپ کو اپنے شوہر کو زہر دے کر ہلاک کرنے کی کوشش میں گرفتار کر رہا ہوں۔" انسپکٹر زمان خان بڑے ڈرامائی انداز سے بولا۔

"کیا؟" رخشندہ تقریباً چیخ پڑی۔

"ریسٹورنٹ میں آپ نے ہی اپنے شوہر کے کھانے میں زہر ملایا تھا اور اپنے آپ کو شک سے دور رکھنے کے لیے زہر کی بہت تھوڑی سی مقدار اپنے کھانے میں بھی ملالی تھی اگر اس روز آپ کے شوہر کو فوری طبی امداد نہ ملی ہوتی تو اس روز ان کا کام تمام ہو چکا تھا اور آج آپ کو گولی مار کر انہیں سمندر میں دھکا دینے کی ضرورت نہ پڑتی۔" انسپکٹر زمان خان ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولا۔ رخشندہ کا چہرہ یکایک زرد پڑ گیا اور وہ آنکھیں پھاڑے انسپکٹر کی طرف دیکھتی رہ گئی پھر کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔ "یہ سراسر جھوٹ ہے۔ جھوٹا الزام ہے میں نے کبھی اپنے شوہر کی جان لینے کی کوشش نہیں کی مجھے خوامخواہ پھنسانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔"

"میڈم۔" انسپکٹر زمان خان پھر اسی لہجے میں ٹھہر ٹھہر کر بولا۔ "کیا یہ سچ نہیں ہے کہ آپ سکندر جمال سے شادی کر کے پچھتا رہی تھیں؟ اور کیا یہ بھی سچ نہیں کہ آپ نے ایک ماہ قبل زبردستی اپنے شوہر کو بیس لاکھ کا بیمہ کرانے کے لیے مجبور کیا تھا؟ کیا یہ بھی سچ نہیں ہے کہ اس کے بعد آپ نے اپنے گھر کے قریب ایک کیمسٹ کی دکان سے یہ کہہ کر زہر خریدا تھا کہ آپ چوہوں کو مارنے کے لیے زہر خرید رہی ہیں؟"

"یہ جھوٹ ہے سراسر جھوٹ ہے۔" رخشندہ چلا کر بولی۔

"تو آپ انکار کرتی ہیں کہ آپ نے اپنے پڑوسی کی دکان سے زہر خریدا تھا؟"

"نہیں۔" رخشندہ نے کہا۔ "لیکن وہ زہر میں نے واقعی چوہے مارنے کے لیے خریدا تھا اور اپنے شوہر کے کہنے پر ہی خریدا تھا پھر وہ زہر کی پڑیا میں نے اپنے شوہر کو ہی سونپ دی جیسا وہ چاہتا تھا۔"

"اور پھر زہر کی پڑیا ہاتھ میں آتے ہی آپ کا شوہر فوراً آپ کو ڈنر پر لے گیا۔" انسپکٹر زمان خان بولا۔ "جب وہاں کھانا میز پر لگ گیا تو اس نے ڈھیر سارا زہر اپنے کھانے میں ملا لیا اور بہت تھوڑی سی مقدار آپ کے کھانے میں ڈال دی اور باقی بچے ہوئے زہر کی پڑیا آپ کے پرس میں رکھ دی ہے نا؟"

"میرے پرس میں؟" رخشندہ نے حیرت سے پوچھا۔

"جی ہاں۔" انسپکٹر زمان خان پورے وثوق سے بولا۔ "آپ یہ مت سمجھئے کہ مجھے ان سب باتوں کا علم ابھی ہوا ہے۔ جب سے آپ کے شوہر کو زہر دینے کی کوشش ہوئی تھی میں تب سے ہی آپ کے پیچھے لگا ہوا ہوں۔ آج شام آپ کی غیر حاضری میں ہم نے آپ کے گھر کی تلاشی لی تھی۔ وہاں سے ہم نے آپ کے لال رنگ کے پرس میں سے بچے ہوئے زہر کی پڑیا برآمد کی تھی۔ آج اس لانچ پر جو کچھ ہوا وہ بالکل غیر متوقع تھا لیکن ہم آپ کی گرفتاری کا وارنٹ پہلے ہی نکال چکے تھے۔ اگر ہم نے آپ کو شام کے وقت ہی گرفتار کر لیا ہوتا تو آپ کو قتل کی دوسری کوشش کرنے کا موقع نہیں ملتا اور وہ بے چارہ سکندر جمال آج زندہ ہوتا۔ آپ نے پہلے اسے گولی ماری پھر سمندر میں دھکا دیا اور پھر مدد کے لیے چلانے لگیں۔"

"یہ...... یہ جھوٹ ہے۔" رخشندہ بدحواس سی ہو کر بولی۔

"ریوالور آپ کے ہاتھ میں تھا۔" انسپکٹر بولا۔ "اور اس میں سے گولی بھی چلائی گئی ہے۔"

"لیکن یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ گولی آج ہی چلائی گئی تھی؟" میں نے انسپکٹر زمان خان کی طرف دیکھ کر کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ پچھلے ہفتے یا پھر پچھلے مہینے چلائی گئی ہو؟"

"مسٹر رپورٹر تم اپنی عقل کو اپنے بھیجے میں ہی رکھو۔" انسپکٹر بے حد ناخوشگوار لہجے میں بولا۔ "تمہاری اطلاع کے لیے بتا رہا ہوں کہ ریوالور کی نال سے جلے ہوئے بارود کی بو اب بھی آ رہی ہے اگر گولی پچھلے ہفتے یا پچھلے مہینے چلائی گئی ہوتی تو بارود کی بو اب تک نہ آ رہی ہوتی۔"

"پھر بھی بارود کی بو سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ گولی آج ہی چلائی گئی ہے اور رخشندہ نے ہی چلائی ہے؟" میں بولا۔ "اس سے صرف یہ ہی ثابت ہو سکتا ہے کہ گولی چلی ہے۔"

"ریوالور ان کے ہاتھ میں تھا۔" انسپکٹر زمان خان بولا۔

"لیکن گولی میں نے نہیں چلائی۔" رخشندہ بولی۔

"آپ کہتی ہیں کہ آپ کے شوہر نے لانچ کے اگلے حصے سے آپ کو فون کیا تھا۔"

انسپکٹر زمان خان نے کہا۔ "لیکن آپ کو شاید معلوم نہیں کہ وہاں جو فون لگا ہوا ہے اس سے کسی کے کیبن میں فون نہیں ہو سکتا۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے انسپکٹر صاحب؟" رخشندہ کے بولنے سے پہلے ہی میں بول پڑا۔ "آخر سکندر صاحب نے کہیں نہ کہیں سے فون تو کیا ہی ہوگا۔ میرے خیال سے تو آپ کو

سب ٹیلی فون کے ریسور سے انگلیوں کے نشانات لے لینے چاہیے تھے۔ جس ٹیلی فون پر سکندر صاحب کی انگلیوں کے نشانات پائے جائیں تو سمجھ لیجیے وہیں سے انہوں نے رخشندہ کو فون کیا ہوگا۔"

"کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔" انسپکٹر بولا۔ "سکندر کی انگلیوں کے نشان کسی بھی فون پر نہیں ملیں گے کیونکہ انہوں نے اپنی بیوی کو فون کیا ہی نہیں تھا۔ فون کی یہ کہانی رخشندہ کی گھڑی ہوئی ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ انہوں نے پولیس اور انشورنس کمپنی والوں کو اتنا بے وقوف کیسے سمجھ لیا؟ پتا نہیں انہوں نے یہ کیسے سوچ لیا کہ انشورنس پالیسی لینے کے ایک مہینے بعد ہی مر جانے والے آدمی کی بیس لاکھ کی رقم انشورنس کمپنی فوراً ہی ان کے حوالے کردے گی؟ یہ انہوں نے کیسے سوچ لیا کہ پولیس کو یہ تک معلوم نہیں ہوگا کہ جو زہر ان کے شوہر کے کھانے میں دیا گیا تھا وہ زہر انہوں نے اپنے محلے کے ہی کیمسٹ کی دکان سے خریدا تھا؟"

انسپکٹر کی بات سن کر رخشندہ بھی چپ رہی اور میں بھی کچھ نہیں بولا۔ ذرا دیر بعد انسپکٹر نے ہی اس خاموشی کو توڑتے ہوئے آگے کہا۔ "میڈم میں آپ کو اپنے شوہر کے قتل کے الزام میں گرفتار کرتا ہوں چلیے میرے ساتھ۔"

رخشندہ نے بڑی بے چینی اور بے بسی سے میری طرف دیکھا اور پھر چپ چاپ انسپکٹر زمان خان کے ساتھ ہولی۔ ان کے کیبن سے نکلنے کے ذرا دیر بعد میں بھی باہر نکل آیا۔ اپنے کیبن میں آکر میں نے بڑی احتیاط سے کیبن میں لگے ہوئے ٹیلی فون کے ریسیور کو سیٹ سے الگ کیا اور اسے ایک اخبار میں لپیٹ کر اپنے کوٹ کی جیب میں ڈال لیا پھر میں کیبن سے نکل کر وارثی کی تلاش میں ڈیک کی جانب چل پڑا۔ وارثی مجھے ڈیک پر ہی ریلنگ کے پاس کھڑا مل گیا۔ میں نے اس کے نزدیک جاکر اسے بتایا۔ "رخشندہ کو پولیس نے اپنے شوہر کے قتل کے الزام میں گرفتار کرلیا ہے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ ہم بھی یہاں سے نکل چلیں۔ کوئی ایسا تکڑم لڑاؤ کہ انسپکٹر زمان خان ہمیں پولیس کی موٹر بوٹ میں اپنے ساتھ ہی کنارے پر لے جائے۔"

"لیکن وہ کیوں منع کرے گا؟" وارثی بولا۔

"مجھے منع کرسکتا ہے۔" میں بولا۔ "ایسے موقعوں پر مجھے دیکھتے ہی وہ ہتھے سے اکھڑ جاتا ہے۔ اس لیے تمہارے کہنے پر شاید وہ انکار نہ کرے۔"

"ٹھیک ہے میں بات کرتا ہوں اس سے۔" وارثی بولا۔ "لیکن پہلے ایک بات بتاؤ۔"

"کیا؟"

"وہ خوب صورت عورت جس کا نام رخشندہ ہے کیا وہ تمہیں اپنے شوہر کی قاتلہ لگتی ہے؟" وارثی کا یہ سوال سن کر میں ذرا دیر تک چپ رہا پھر دھیرے سے گردن ہلا کر بولا۔

"نہیں۔"

☆☆

پولیس کی موٹر بوٹ میں بیٹھ کر جب وارثی اور میں کنارے پر پہنچے تو صبح کے پانچ بجے تھے۔ پھر ساڑھے پانچ بجے ہم بوٹ کلب میں آگئے۔ کلب کے برآمدے میں چند کرسیاں ادھر ادھر پڑی تھیں میں نے ان میں سے ایک پر بیٹھتے ہوئے وارثی سے کہا۔ "یار اب ہمیں ایک لاش تلاش کرنا ہے۔"

"کیا مطلب؟" وارثی نے چونک کر مجھے گھورا۔

"مطلب یہ کہ اب تک تو یہ ہوتا آیا ہے کہ لاش ہمارے سامنے پڑی ہوتی ہے اور ہمیں اس کے قاتل کو تلاش کرنا ہوتا ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن سکندر جمال کے اس کیس میں معاملہ الٹا ہے۔ یہاں قاتل سامنے ہے اور لاش غائب ہے۔"

"تو کیا سارا سمندر چھان مارو گے؟" وارثی بے زاری سے بولا۔

"نہیں یہ کام پولیس کرے گی۔" میں نے کہا۔ "تمہیں لاش برآمد کرنی ہوگی نیلم داؤد کے فلیٹ سے۔"

"اچھا۔" وارثی طنزیہ انداز میں ہنس کر بولا۔ "یہ تو بے حد آسان کام ہے۔ مجھے نیلم داؤد کے دروازے پر دستک دے کر پوچھنا ہے کہ میڈم آپ کے پاس کوئی پرانی ٹوٹی پھوٹی لاش ہو تو ہمیں دے دیں ہم لاشوں کی خرید وفروخت کرتے ہیں اس کی آپ کو مناسب قیمت دیں گے۔"

"بکواس مت کرو۔"

"چلو بکواس بند کردیتا ہوں۔" وارثی سنجیدگی سے بولا۔ "لیکن ساتھ ساتھ میری یہ بات بھی کان کھول کر سن لو کہ اس کیس میں کچھ رکھا نہیں ہے۔ تم صرف اس عورت کی خوب صورتی دیکھ کر سمجھ رہے ہو کہ وہ بے قصور ہے۔"

"ابے اس کی خوب صورتی کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔" میں بولا۔ "نہ جانے کیوں مجھے لگتا ہے کہ رخشندہ اپنے شوہر کی قاتل نہیں ہے۔"

"لیکن اس کا ہر ایکشن اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ وہ قاتل ہے۔" وارثی اپنی آواز پر زور دے کر بولا۔ "ذرا سوچو اس نے تمہیں کیسی بے سروپا کہانی سنائی تھی۔ ریوالور اس کے ہاتھ میں تھا پھر بھی وہ کہتی ہے کہ اس نے گولی نہیں چلائی

ہے۔ تو پھر گولی کس نے چلائی؟ اس کا شوہر اسے پانی میں ہاتھ پاؤں مارتا ہوا دکھائی دے رہا تھا مگر اسے پانی میں دھکا دینے والا رخشندہ کو کہیں نظر نہیں آرہا تھا۔ کیا وہ بھی سکندر کے ساتھ پانی میں ڈوب گیا؟ اور وہ زہر والی بات جو اس نے اپنے محلے کی ہی ایک دکان سے خریدا تھا اور وہ......"

"دیکھو تم ایک لمحے کے لیے میری بات پر غور کرو۔" میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کو زہر دینا ہے تو کیا وہ اپنے پڑوس کی دکان سے ہی زہر خرید کر لائے گی؟ تاکہ شوہر کی موت ہو جانے پر وہ دکاندار پولیس کو بتا دے کہ زہر اس کی دکان سے مرنے والے کی بیوی خرید کر لے گئی تھی اور پھر اگر اس نے اپنے شوہر کے کھانے میں زہر ملایا ہی تھا تو اتنا کم کیوں ملایا تھا کہ وہ زندہ بچ گیا؟ اور حیرت کی بات تو یہ ہے کہ باقی بچا ہوا زہر اس نے سنبھال کر اپنے پرس میں رکھ لیا تاکہ جب بعد میں پولیس تلاشی لے تو باقی بچا ہوا زہر آرام سے پولیس کے ہاتھ لگ جائے۔ وارثی کیا رخشندہ تمہیں کوئی جاہل گنوار عورت لگتی ہے کہ بچے ہوئے زہر کی پڑیا کو چار دن تک اپنے پرس میں رکھے رہتی؟"

"ہوسکتا ہے اسے یہ امید نہ ہو کہ پولیس اس کے گھر کی تلاشی لے گی۔" وارثی بولا۔

"نہ سہی۔" میں بولا۔ "لیکن چار دن تک زہر کی پڑیا کو سنبھال کر رکھنے کی بھلا کیا تک ہے؟" وارثی نے میرے اس سوال کا جواب نہیں دیا اور گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ اسے خاموش دیکھ کر میں آگے بولا۔ "اب ذرا لانچ پر پیش آنے والے واقعات پر غور کرو۔ وہ دونوں میاں بیوی سلیم ساگانی کی دعوت پر لانچ پر آتے ہیں جو کنارے سے ڈھائی تین فرلانگ کے فاصلے پر پانی میں کھڑی ہے۔ وہاں بیوی کے دل میں ایک بار پھر شوہر کے قتل کا خیال آتا ہے۔ وہ آدھی رات تک انتظار کرتی ہے اور پھر کسی بہانے سے شوہر کو لانچ کے اگلے حصے کی طرف لے جاتی ہے۔ ریوالور بیوی کے ہاتھ میں ہے وہ ریلنگ کے نزدیک آکر شوہر کو پانی میں دھکیل دیتی ہے۔ جب شوہر پانی میں گر جاتا ہے تو وہ اسے گولی مار دیتی ہے۔ پھر وہ ریوالور ہاتھ میں لیے ہوئے ڈیک پر بھاگتی ہے اور سیدھی مجھ سے آٹکراتی ہے کیا پہلے سے منصوبہ بندی کر کے قتل کرنے والا کوئی شخص ایسی احمقانہ حرکتیں کر سکتا ہے؟"

"لیکن اسے خواب تو نہیں آیا تھا کہ ڈیک پر اس کا سامنا تم سے ہو جائے گا؟" وارثی اونچی آواز میں بولا۔ "اس نے تو یہ سوچا ہوگا کہ شوہر کے قتل کے بعد وہ چپ چاپ اپنے کیبن میں جا کر سو جائے گی اور کسی کے جگائے جانے پر ہی اٹھے گی اور تب وہ یہ ظاہر کرے گی کہ اسے تو پتا ہی نہیں کہ اس کا شوہر کیبن میں نہیں تھا۔"

"مان لیا۔" میں بولا۔ "لیکن ریوالور تو اب بھی اس کے پاس ہی تھا جو تلاشی کے بعد اس کے پاس سے برآمد ہونے والا تھا۔ جس میں سے ایک گولی چلائی گئی تھی یہ سوچنے کی بات ہے کہ اس نے ریوالور کو پانی میں کیوں نہیں پھینک دیا؟ وہ اسے اپنے پاس کیوں رکھے رہی؟ ذرا یاد کرو ریوالور کا ذکر خود رخشندہ نے ہی کیا تھا اور اس نے اسے ساگانی کے سپرد کیا تھا۔ اگر شوہر کو گولی مار دینے کے بعد وہ ریوالور کو بھی پانی میں پھینک دیتی اور بعد میں اس کا ذکر تک کسی سے نہ کرتی تو کسی کو بھی معلوم ہی نہیں ہوسکتا تھا کہ مقتول سکندر جمال کے پاس کوئی ریوالور بھی تھا۔" وارثی خاموش رہا شاید میری باتیں اس کے حلق سے نیچے اترنے لگی تھیں۔

"اب آگے بڑھو۔" میں اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "اس واقعے کے فوراً بعد ہی سمندر میں سکندر کی تلاش شروع ہوگئی تھی لیکن وہ زندہ یا مردہ کسی کو بھی نہیں ملا۔"

"کیونکہ اس وقت تک وہ لاش بن گیا تھا اور پانی میں ڈوب گیا تھا۔" وارثی جھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"ٹھیک ہے لیکن چند لمحے قبل ہی وہ پانی میں ہاتھ پاؤں مار رہا تھا اور لانچ کے پیندے پر اپنے پاؤں مار رہا تھا اور حلق سے آوازیں بھی نکال رہا تھا کیوں؟"

"کیوں؟" وارثی نے پوچھا۔

"تاکہ جو لوگ گولی چلنے کی آواز اور اس کی بیوی کی چیخ و پکار سن کر بھی نہیں جاگے تھے وہ اب جاگ جائیں۔" میں بولا۔ "تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ اس کی بیوی اس کو قتل کر رہی تھی۔ شاید وہ رات کی خاموشی میں چپ چاپ قتل نہیں ہونا چاہتا تھا۔ وہ دھوم دھام سے جنت نشین ہونا چاہتا تھا۔"

"میں تمہاری بات کا مطلب نہیں سمجھا۔" وارثی بولا۔

"سمجھ جاؤ گے پہلے اگلی بات سنو۔ جب میں رات کو ڈیک پر ٹہل رہا تھا تو میں نے ایک جگہ کوئی بیس پچیس گز لمبی رسی کا لچھا پڑا دیکھا تھا۔" میں نے وارثی کو سمجھانے والے لہجے میں کہا۔ "میں نے ٹہلتے وقت اسے پاؤں کی ٹھوکر سے ایک طرف ہٹا دیا تھا۔ لیکن جب گولی چلنے اور کسی کے پانی میں ہاتھ پیر مارنے کی آوازیں سن کر میں رسی کے لچھے کی جانب لپکا تو رسی کا وہ لچھا ڈیک پر سے غائب ہو چکا تھا۔"

"ٹھیک ہے رسی کا لچھا غائب تھا تو اس کا مطلب کیا ہوا؟" وارثی کے لہجے میں اب بھی وہی اکتاہٹ تھی۔

"مطلب سمجھنے کے لیے تمہیں ذرا دیر کے لیے یہ مان لینا

پڑے گا کہ رخشندہ سچ بول رہی ہے کہ اس نے گولی نہیں چلائی۔" میں نے گھمبیر لہجے میں کہا۔

"چلو مان لیا پھر؟"

"اگر اس نے گولی نہیں چلائی تو پھر یقیناً کوئی دوسرا آدمی ڈیک پر موجود ہوگا جس نے گولی چلائی تھی۔" میں بولا۔ "وہ دوسرا آدمی کون ہوسکتا ہے؟"

"مجھے تو کچھ نہیں سوجھتا۔" وارثی کندھے اچکا کر بے پروائی سے بولا۔

"اگر رخشندہ نے گولی نہیں چلائی تو صرف ایک ہی شخص نے گولی چلائی تھی۔" میں بولا۔

"کون؟"

"سکندر جمال۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟" وارثی اکھڑے ہوئے انداز میں بولا۔ "تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اس نے خود کو گولی مار کر خودکشی کی ہے؟"

"نہیں اس نے اپنے آپ کو مارنے کے لیے گولی نہیں چلائی تھی بلکہ اس نے گولی لوگوں کو سنانے اور اپنی بیوی کو پھنسانے کے لیے چلائی تھی۔" میں نے کہا۔ "اس کے ریوالور میں جو خالی کارتوس پایا گیا تھا وہ گولی اس نے دو ایک روز پہلے چلائی تھی اور منصوبے کے مطابق اپنی بیوی کو پھنسانے کے لیے وہی ریوالور فون کر کے اپنی بیوی سے منگوایا تھا۔ جب کہ ایک دوسرا ریوالور یا پستول بھی اس کے پاس موجود تھا۔ اپنی بیوی کو ریوالور لے کر آتا دیکھ کر اس نے اندھیرے میں پہلے تو اس طرح دھینگا مشتی اور اچھل کود کی جیسے وہ ڈیک پر کسی سے لڑ رہا ہو۔ لیکن رخشندہ کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی وہ ریلنگ پر سے لڑھک کر پانی میں گر گیا اور پانی میں گرنے سے پہلے اس نے اپنے پاس موجود پستول یا ریوالور سے ایک ہوائی فائر بھی کر دیا اور یہ ہی وہ فائر کی آواز تھی جسے سب نے سنا تھا اور ڈیک پر کھڑی ہوئی رخشندہ نے بھی اس فائر کی آواز سنی تھی۔ وہ گھبرا کر ریلنگ کے نیچے جھانکنے لگی۔ اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کرانے کے لیے سکندر نے دو ایک بار اس کا نام لے کر بھی پکارا تا کہ رخشندہ کو یقین ہو جائے کہ پانی میں گرنے والا شخص اس کا شوہر ہی ہے۔ اس کے بعد وہ لانچ کے نیچے سے تیر کر دوسری طرف نکل گیا اور پھر پانی کے اندر ہی اندر تیرتا ہوا کنارے پر چلا گیا اور پھر اندھیرے میں غائب ہو گیا۔ رخشندہ کو جب تھوڑی دیر تک پانی میں کوئی ہلچل محسوس نہیں ہوئی۔ تو وہ سمجھ گئی کہ اس کا شوہر سکندر جمال ڈوب گیا ہے اور اس کی لاش کہیں بہہ گئی ہے۔"

"اور اس رسی کی کیا اہمیت تھی؟" وارثی نے پوچھا۔

"اصل میں سکندر کو پانی میں ایک خاص جگہ پر رہنا تھا تا کہ اس کی بیوی اسے ڈیک پر سے دیکھ سکے۔ رخشندہ کو اس کی مدد کے لیے پہنچنے میں کچھ وقت لگنے والا تھا۔ تب تک اسے پانی میں زور زور سے ہاتھ پاؤں مارنا تھا اور اس کام کے لیے اسے کسی سہارے کی ضرورت تھی اور یہ سہارا اسے اس رسی سے ملا ہوگا۔ جو اس نے دہری کر کے ریلنگ پر ڈال رکھی تھی تا کہ وہ اندھیرے میں رخشندہ کو نظر نہ آئے اور اس رسی کے ایک سرے کو ایک ہاتھ سے تھام کر اس نے دوسرے ہاتھ سے پانی میں اچھل کود مچائی ہوگی پھر رسی کے دوسرے سرے کو کھینچ کر اس نے رسی کو اوپر پہنچا دیا ہوگا اور خود غوطہ لگا کر دور نکل گیا ہوگا۔"

"تم اپنی ان باتوں کو ثابت کر سکتے ہو؟" وارثی بولا۔

"ان باتوں کو ثابت کرنے کا آسان طریقہ تو یہ ہے کہ سکندر جمال کو زندہ تلاش کر لیا جائے۔" میں بولا۔ "لیکن اب تک تو وہ شہر سے بہت دور نکل چکا ہوگا مگر یہ بات ایک اور پیچیدہ طریقہ سے بھی ثابت کی جا سکتی ہے۔"

"کیسے؟"

"اگر میری یہ تھیوری مان لی جائے کہ سکندر مرا نہیں ہے۔ تو اس سارے منصوبے میں اس کا کوئی نہ کوئی ساتھی ضرور شامل ہے۔ جو اس وقت سمندر میں اس سے کچھ ہی فاصلے پر موجود تھا اور وہ موٹر بوٹ پر تھا۔ اپنی موت کا ڈراما کرنے کے بعد سکندر پانی کے اندر تیرتا ہوا اس موٹر بوٹ تک پہنچا اور پھر وہ موٹر بوٹ اسے کنارے پر لے گئی جہاں اس کے ساتھی کی کار بھی موجود ہوگی جو اسے شہر میں کہیں لائی ہوگی۔ جہاں سے ممکن ہے سکندر بذریعہ ریل بس یا ہوائی جہاز میں بیٹھ کر کہیں دور نکل گیا ہو۔ یا شاید شہر میں ہی کہیں چھپا ہوا ہو۔"

"اور سکندر کی وہ ساتھی تمہارے خیال سے نیلم داؤد ہے؟" وارثی نے پوچھا۔

"ہاں اور ہمیں جلد ہی اسے چیک کرنا ہے۔" میں نے کہا۔ "دیر ہوگئی تو سارے ثبوت چھپائے جا سکتے ہیں۔"

"لیکن یہ ضروری تو نہیں کہ سکندر کی ساتھی نیلم ہی ہو۔" وارثی بولا۔ "شہر میں سکندر کے اور بھی گہرے دوست ہو سکتے ہیں۔"

لیکن اس وقت ہمیں سوائے نیلم کے اس کے کسی اور دوست کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔ اس لیے جو سامنے ہے پہلے اس کو کیوں نہ دیکھا جائے؟"

"سکندر نے اس کا کیا پتا بتایا تھا؟" وارثی نے پوچھا۔

"فیس فور ڈیفنس شالیمار اپارٹمنٹ نمبر پانچ۔"

''تو چلو۔''

☆☆

شالیمار اپارٹمنٹ ایک چار منزلہ عمارت تھی۔ جس میں کئی لگژری فلیٹ تھے۔ نیچے کار پارکنگ تھی جن پر فلیٹ کے حساب سے نمبر درج تھے۔ صبح کا دھندلا اجالا دھیرے دھیرے اندھیرے پر حاوی ہوتا جا رہا تھا۔ میں اور وارثی اس عمارت کے سامنے کھڑے فلیٹ میں رہنے والوں کے نام اور فلیٹ نمبر دیکھ رہے تھے۔ نیلم داؤد کا فلیٹ دوسری منزل پر تھا لیکن اوپر جانے سے پہلے میں نے کار پارکنگ میں بنے ہوئے گیراج کو چیک کرنا مناسب سمجھا۔ پانچ نمبر کے فلیٹ کے لیے جو گیراج مخصوص تھا اس کا شٹر گرا ہوا تھا۔ لیکن وارثی نے شٹر کی جھری میں سے جھانک کر دیکھ لیا کہ اندر ایک کار موجود ہے۔

''اندر ایک کار موجود ہے۔'' وارثی نے بتایا۔

''وری گڈ۔'' میں بولا۔ ''اب کم از کم یہ تو ثابت ہو گیا کہ نیلم کے پاس کار ہے۔''

''اب؟''

''اب کار چیک کرنی ہے۔'' میں بولا۔ ''تم شٹر سے لگا ہوا تالا کھولو۔''

''دیکھو تم اپنی تھیوری پولیس کو بتا دو۔'' وارثی بولا۔ ''یہ سب کام پولیس کو کرنے دو۔''

''لیکن میری تھیوری پر یقین کون کرے گا؟'' میں بولا۔ ''انسپکٹر زمان تو میری کوئی بات سننے کے لیے بھی تیار نہیں ہے۔''

''لیکن اس طرح کسی کے گیراج کا تالا کھولنا.....''

''تم یہ تالا کھول سکتے ہو؟'' میں نے اس کی بات کاٹ کر پوچھا۔

''تالا تو معمولی ہے۔'' وارثی بولا۔ ''لیکن کسی نے دیکھ لیا تو؟''

''اس وقت سب گہری نیند سو رہے ہیں۔'' میں بولا۔ ''چلو جلدی کرو۔'' وارثی نے اپنی جیب سے ایک ماسٹر چابی نکالی اور اس کی مدد سے ایک منٹ میں ہی تالا کھول دیا۔ میں نے آہستہ سے دروازے کو دھکیلا اور میرے پیچھے وارثی بھی گیراج کے اندر آ گیا۔ میں نے اپنا سگریٹ لائیٹر جلا کر اس کی زرد روشنی میں دیکھا۔ وہاں ایک فیٹ کار کھڑی تھی۔ میں نے اس کا پچھلا دروازہ کھول کر اندر جھانکا سیٹ پر کچھ نہیں تھا۔ میں نے ہاتھ لگا کر سیٹ کو چیک کیا۔ اس میں کچھ نمی تو تھی لیکن یہ نمی اتنی زیادہ نہیں تھی جو ایسی حالت میں ہونی چاہیے تھی کہ جب پانی میں بھیگے ہوئے کپڑوں کے ساتھ کوئی اس پر بیٹھا ہو۔ اگلی سیٹ بھی گیلی نہیں تھی۔

''لگتا ہے سکندر جمال کی ساتھی نیلم نہیں بلکہ کوئی اور ہے۔'' میرے لہجے میں مایوسی تھی۔ ''یا شاید اس کے پاس دو کاریں ہوں دوسری کار کہیں اور کھڑی ہو۔''

''تو پھر نکلو یہاں سے۔'' کہہ کر وارثی نے گیراج کا دروازہ کھولا۔ میں اپنا لائیٹر بجھانے ہی والا تھا کہ اچانک میری نظر گیراج کے ایک کونے پر پڑی۔ میں تیزی سے اس طرف لپکا اور دیکھا تو وہاں ایک کمبل پڑا تھا۔ میں نے جھک کر کمبل کو ہاتھ لگایا تو وہ بہت بھیگا ہوا تھا۔

''کیا ہوا؟'' وارثی بھی نزدیک آ گیا۔

''اس کمبل کو چھو کر دیکھو۔'' میں بولا۔ ''یقیناً سکندر اس کمبل میں لپٹا ہوا کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا تھا اس لیے سیٹ پر پانی نہیں لگا ہے۔''

''ہاں یار تم شاید ٹھیک کہہ رہے ہو۔'' وارثی کمبل پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ میں نے مڑے تڑے کمبل کو ذرا اوپر اٹھایا تو اچانک اس کے اندر سے پانی میں بھیگے ہوئے دو مردانے جوتے نکل کر فرش پر گر پڑے۔ میں نے جھک کر دیکھا وہ قیمتی سیاہ جوتے تھے۔ ذرا دیر بعد میں نے انہیں اٹھا کر واپس کمبل میں لپیٹ کر کمبل کو اسی حالت میں اس جگہ رکھ دیا اور بولا۔ ''چلو وارثی۔'' ہم دونوں باہر نکل آئے اور وارثی نے پہلے کی طرح دروازے پر تالا ڈال دیا۔

''اب ہم پولیس کو خبر کریں گے۔'' میں بولا۔ ''اور ایسے حالات پیدا کرنے کی کوشش کریں گے کہ پولیس گیراج میں موجود کمبل اور بھیگے ہوئے جوتوں کو اپنے قبضے میں لے لے۔''

''لیکن اگر پولیس کے پہنچنے سے پہلے ہی یہ ثبوت غائب ہو گئے تو؟''

''اس کے لیے تم دو آدمی بلواؤ۔'' میں بولا۔ ''جو اس گیراج اور نیلم کے فلیٹ کی نگرانی کریں گے۔ مجھے تو یوں لگتا ہے کہ شاید اس وقت بھی سکندر جمال نیلم کے فلیٹ میں موجود ہے۔ اگر پاس والی بلڈنگ کی چھت پر سے کوئی دوربین لگا کر نیلم کے فلیٹ کی کھڑکیوں سے اندر دیکھے تو شاید سکندر کی جھلک مل جائے اور ایسی حالت میں، ہم نیلم داؤد کے فلیٹ پر چڑھ دوڑیں گے۔''

''ٹھیک ہے۔'' وارثی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ''تم یہیں ٹھہرو میں اپنے آدمی کو فون کر کے آتا ہوں۔'' وارثی کے جانے کے بعد میں وہیں ٹہلتا رہا۔

☆☆

وارثی جوتوں سمیت اپنے پلنگ پر پڑا سو رہا تھا اور میں اس

کے قریب ایک آرام کرسی پر بیٹھا اونگھ رہا تھا کہ اچانک ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف سے انور بول رہا تھا۔ انور اور جاوید کو وارثی نے نیلم داؤد کے فلیٹ اور اس کے گیراج کی نگرانی کے لیے چھوڑ رکھا تھا۔ انور کی پوری رپورٹ سننے کے بعد میں نے وارثی کو جھنجھوڑ کر اٹھایا اور اسے بتایا۔ ''ابھی ابھی انور کا فون آیا تھا اس نے نیلم کے فلیٹ کی ایک کھڑکی میں ایک آدمی کو دیکھا ہے اور تم خود صبح یہ پتا کر کے آئے تھے کہ نیلم اپنے فلیٹ میں اکیلی رہتی ہے۔''

''کون تھا وہ آدمی؟'' وارثی بستر پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ ''شاید وہ کوئی اور آدمی ہو جو بعد میں وہاں آیا ہو۔''

''انور کا کہنا ہے کہ انہوں نے کسی کو اندر جاتے نہیں دیکھا ہے۔'' میں نے کہا۔ ''جاوید صدر دروازے کی مسلسل نگرانی کر رہا ہے۔ اس لیے انور کا کہنا ہے کہ وہ آدمی رات میں ہی فلیٹ میں موجود ہے۔ باہر سے کوئی اندر نہیں گیا ہے۔''

''اگر وہ آدمی سچ سچ سکندر جمال ہی نکلا تو انسپکٹر زمان خان کا بنایا ہوا مضبوط کیس ٹوٹ پھوٹ کر رہ جائے گا۔'' وارثی بولا۔ ''وہ تو سکندر کے قتل کے الزام میں اس کی خوب صورت بیوی کو گرفتار بھی کر چکا ہے۔''

''ہاں اب میں اس کو فون کرتا ہوں۔'' کہہ کر میں ٹیلی فون کی طرف بڑھا۔ نمبر ملتے ہی خود انسپکٹر زمان خان نے ہی فون اٹھایا۔ ''ہیلو۔''

''میں سہیل بول رہا ہوں انسپکٹر صاحب۔'' میں مسکرا کر دھیمی آواز میں بولا۔ ''آپ کا نیا کیس کیسا جا رہا ہے؟''

''بہترین۔'' انسپکٹر زمان خان نے غراہٹ بھری آواز میں کہا۔ ''ہم نے مقتول کی بیوی کو قتل کے الزام میں باقاعدہ حراست میں لے لیا ہے۔''

''تو کیا آپ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ اس نے ہی اپنے شوہر کو قتل کیا ہے؟''

''ہاں۔''

''اور اگر میں اس کے شوہر سکندر جمال کو زندہ آپ کے سامنے پیش کر دوں تو؟'' میں نے مسکرا کر پوچھا تو دوسری طرف سے انسپکٹر زمان خان نے غصے میں چیخ کر کہا۔ ''کیا بک رہے ہو؟ اس بات کی تو خود درخشندہ ہی چشم دید گواہ ہے کہ اس نے اپنے شوہر کو پانی میں ڈوبتے دیکھا ہے۔''

''لیکن لاش برآمد نہیں ہوئی ہے۔'' میں بولا۔

''ہو جائے گی، تلاش جاری ہے۔'' انسپکٹر زمان خان بولا۔ ''ابھی اس واقعے کو پیش آئے ہوئے دیر ہی کتنی ہوئی ہے؟''

''پھر بھی لاش برآمد نہیں ہوگی۔ اگر آپ نے میری بات کو سنجیدگی سے نہیں لیا تو آپ بہت پچھتائیں گے۔ اخبار والے آپ کا مذاق اڑائیں گے اور آپ پناہ ڈھونڈتے پھریں گے۔'' میری یہ بات سن کر دوسری طرف دیر تک خاموشی چھائی رہی پھر انسپکٹر زمان خان کی دھیمی آواز سنائی دی۔ ''چکر کیا ہے؟ کہیں یہ انشورنس کمپنی کو دھوکہ دینے کی سازش تو نہیں ہے؟''

''ہو سکتا ہے۔'' میں نے کہا۔

''سکندر اس وقت کہاں ہے؟''

''ایک لڑکی کے فلیٹ میں۔'' میں بولا۔ ''اس کا نام نیلم داؤد ہے اور شالیمار اپارٹمنٹ فیس فور کے فلیٹ نمبر پانچ میں رہتی ہے۔''

''ٹھیک ہے میں پہنچ رہا ہوں۔'' انسپکٹر زمان خان کی آواز پھر بھاری ہو گئی۔ ''مگر دیکھو میں مذاق کے موڈ میں بالکل نہیں ہوں اگر یہ تمہارا کوئی مذاق ہوا تو میں تمہاری وہ درگت بناؤں گا کہ ہمیشہ یاد رکھو گے۔''

''مجھے منظور ہے۔'' میں ہنس کر بولا اور ریسیور رکھنے کے بعد وارثی سے بولا۔

''چلو وہ وہاں پہنچ رہا ہے۔''

وارثی کچھ کہے بغیر چپ چاپ اٹھ گیا۔ ذرا دیر بعد ہم دونوں روانہ ہو گئے۔ شالیمار اپارٹمنٹ کے سامنے ہم اپنی کار سے اترے ہی تھے کہ انسپکٹر زمان خان کی جیپ بھی وہاں پہنچ گئی جیپ تو پولیس کی ہی تھی مگر انسپکٹر زمان خان پولیس کی وردی میں نہیں تھا۔ ''کیا قصہ ہے؟ کہاں ہے سکندر؟'' وہ ہمارے نزدیک آ کر سلام دعا کے بغیر بولا۔

''اس عمارت کی دوسری منزل کے ایک فلیٹ میں نیلم داؤد نامی لڑکی رہتی ہے اور میرا خیال ہے سکندر اس وقت اس کے فلیٹ میں ہے۔'' میں بولا۔

''خیال ہے تمہارا؟'' انسپکٹر آنکھیں نکال کر غرایا۔ ''صرف ایک خیال کے زور پر تم نے مجھے اتنی دور سے بلایا ہے؟''

''نہیں۔'' میں بولا۔ ''میرے جن لوگوں نے اسے لڑکی کے فلیٹ میں دیکھا ہے ان کے بتائے ہوئے حلیے کے مطابق وہ سکندر ہی ہو سکتا ہے۔''

''تم لڑکی کے فلیٹ میں گئے ہو؟'' انسپکٹر نے پوچھا۔

''نہیں۔''

''تو اب کیسے جاؤ گے؟''

''کیا آپ تلاشی کا وارنٹ لے کر نہیں آئے؟'' وارثی نے پوچھا۔

''وارنٹ کس بنیاد پر لاتا؟'' انسپکٹر زمان خان جھلائے

ہوئے لہجے میں بولا۔ ''سنی سنائی باتوں کی بنیاد پر؟ پہلے کوئی ثبوت تو ہو۔''

''آپ میرے ساتھ چلیے۔'' اچانک میں نے کہا۔ ''لڑکی کے فلیٹ میں جانے کے لیے میرے پاس ایک بہانہ ہے وہاں پہنچ کر ساری حقیقت آپ کے سامنے آجائے گی۔''

انسپکٹر زمان خان چند لمحوں تک تو چپ چاپ کھڑا سوچتا رہا پھر بولا۔ ''چلو۔''

اپنے ساتھ آئے ہوئے دونوں سپاہیوں کو جیپ کے پاس چھوڑ کر وہ اکیلا ہی ہمارے ساتھ چل پڑا لیکن ابھی ہم نے دو زینے ہی چڑھے تھے کہ انسپکٹر اچانک رک کر بولا۔ ''اگر سکندر یہاں ہے تو وہ یہاں تک پہنچا کیسے؟''

''یقیناً اس لڑکی کی مدد سے۔'' میں بولا۔ ''لڑکی کی کار سمندر کے کنارے کھڑی ہوگی اور وہ موٹر بوٹ میں لانچ کے آس پاس کہیں موجود ہو گی۔ اپنے ڈوب جانے کا ڈراما رچانے کے بعد سکندر پانی کے اندر تیرتا ہوا لڑکی کی بوٹ تک پہنچا ہوگا اور کنارے پر آنے کے بعد وہ دونوں کار میں بیٹھ کر یہاں آگئے ہوں گے۔''

''کیا لڑکی کے پاس کار ہے؟''

''ہاں نیچے گیراج میں کھڑی ہے۔''

''تب تو پہلے ہمیں کار کو چیک کرنا چاہیے۔'' انسپکٹر نے کہا۔ ''کار کی گیلی سیٹ گیلے کپڑے یا پھر سمندر کے کنارے کی ریت وغیرہ کا ثبوت ہمیں مل جائے۔''

''لیکن گیراج میں تالا پڑا ہوا ہے۔'' وارثی نے جلدی سے کہا۔

''پھر تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ گیراج میں کوئی کار کھڑی ہے؟'' انسپکٹر نے گھور کر مجھے دیکھا۔

''میں نے دروازے کی جھری میں سے جھانک کر دیکھا تھا۔'' میں نے کہا اور اس وقت ہم نیلم کے فلیٹ کے دروازے پر پہنچ چکے تھے۔ میں نے کال بیل کا سوئچ دبایا۔ دروازہ فوراً ہی کھل گیا۔ ہمارے سامنے دروازے پر ایک خوب صورت سی لڑکی کھڑی تھی۔ میں اپنے ہونٹوں پر ایک گولڈن جوبلی مسکراہٹ لاکر بولا۔ ''آپ نیلم داؤد ہیں؟''

''جی ہاں فرمائیے۔'' وہ حیرت سے ہمیں دیکھتی ہوئی بولی۔

''میرا نام سہیل ہے اور یہ میرے دوست ہیں۔ یہ مسٹر وارثی ہیں اور یہ زمان صاحب ہیں۔'' میں نے انسپکٹر اور وارثی کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ ''ہم دومنٹ کے لیے آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔''

''کس بارے میں؟''

''اس خالی پلاٹ کے بارے میں جس میں کچھ عرصہ قبل آپ نے اور سکندر جمال صاحب نے ایک نمائش لگائی تھی۔'' میں بولا۔

''تو اس کے بارے میں آپ کیا بات کرنا چاہتے ہیں؟'' وہ بولی۔

''وہی بتانے آئے ہیں۔'' میں نے کہا۔ ''لیکن اگر بیٹھ کر بات ہو جائے تو......''

''آئیے اندر آجائیے۔'' کہہ کر وہ اندر کی جانب مڑ گئی۔

ڈرائنگ روم چھوٹا تھا لیکن بڑی خوب صورتی سے سجا ہوا تھا ہم تینوں صوفوں پر بیٹھ گئے تو وارثی نے کہا۔ ''فلیٹ بڑا خوب صورت ہے آپ کا۔''

''ٹھیک ہے مگر ذرا چھوٹا ہے۔'' نیلم نے کہا۔ ''اس ڈرائنگ روم کے علاوہ ایک بیڈروم بھی ہے کچن اور باتھ ہیں جو میرے لیے کافی ہیں۔''

''آپ کو سکندر جمال کی کوئی خبر ہے؟'' اچانک میں مطلب کی بات پر آ گیا۔

''جی ہاں۔'' وہ افسردہ لہجے میں بولی۔ ''سنا ہے کہ اس کی موت واقع ہوگئی ہے۔''

''کیسے سن لیا آپ نے؟'' وارثی بولا۔ ''ابھی یہ خبر تو کسی اخبار میں بھی نہیں چھپی؟''

''ابھی ذرا دیر پہلے میں نے سکندر کے فلیٹ پر فون کیا تھا۔'' نیلم نے کہا۔ ''لیکن نہ تو وہ خود وہاں تھا اور نہ اس کی بیوی۔ وہاں ایک پولیس والے نے فون اٹھا کر مجھے بتایا تھا کہ سکندر کا قتل ہوگیا ہے اور اس کے قتل کے الزام میں اس کی بیوی رخشندہ کو گرفتار کرلیا گیا ہے۔ اس پولیس والے نے میرا بھی نام اور پتا پوچھا تھا۔''

''آپ کو معلوم ہے کہ کل رات وہ اپنی بیوی کے ساتھ سلیم ساگانی کی لانچ پر دی جانے والی ایک پارٹی میں موجود تھا اور وہیں اس کا فون آیا تھا؟''

''معلوم ہے۔'' وہ میری طرف دیکھ کر بولی۔ ''سکندر نے مجھے بتایا تھا کہ وہ وہاں کس سلسلے میں جارہا ہے۔''

''اسی پلاٹ کے سلسلے میں؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں۔''

''آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ کل رات میں بھی اس پارٹی میں موجود تھا۔'' میں بولا۔ ''اور اس پلاٹ کے بارے میں وہاں جو بھی بات چیت ہوئی تھی وہ میری موجودگی میں ہوئی تھی۔''

"اچھا۔" اس بار نیلم نے دلچسپی سے میری طرف دیکھا۔ "پھر تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ساگانی اور سکندر کوئی فیصلہ کر پائے یا نہیں؟"

"کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔" میں بولا۔ "کیونکہ سکندر کی ڈیمانڈ بہت زیادہ تھی۔ اس نے پانچ لاکھ روپے مانگے تھے۔"

"کیا؟" نیلم حیرت سے اچھل پڑی۔ "کمال ہے۔"

"لیکن آپ تو اس کرائے کے پلاٹ میں پارٹنر تھیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ سکندر کیا ڈیمانڈ کرنے والا ہے؟"

"جی نہیں کیونکہ میں اس پلاٹ کی پارٹنر نہیں ہوں۔" نیلم نے اپنی بات پر زور دے کر کہا۔ "بلکہ میں نمائش لگانے والی کمپنی کی مالکن ہوں۔ جس نے وہ پلاٹ کرائے پر لیا تھا۔"

"لیکن سکندر جمال نے تو کہا تھا کہ آپ اس کی پارٹنر ہیں؟" میں بولا۔

"غلط کہتا تھا وہ۔" نیلم نے جلدی سے کہا۔ "سکندر میری اس کمپنی کا منیجر تھا اور کچھ نہیں تھا وہ۔"

"اگر مالکن آپ تھیں تو اس نے اپنے آپ کو پارٹنر کیوں بتایا؟"

"اگر وہ یہ بتا دیتا کہ وہ پارٹنر نہیں ہے تو ممکن ہے ساگانی اس سے بات کرنے سے انکار کر دیتا۔" نیلم نے کہا۔

"لیکن بعد میں تو ساگانی کو پتا لگ ہی جانا تھا کہ سکندر پارٹنر نہیں ہے۔"

"تب کی بات اور ہوتی تب تک سودا ہو چکا ہوتا۔" نیلم نے کہا۔

"ٹھیک ہے لیکن اب آپ کو یہ ثابت کرنا ہوگا کہ نمائش لگانے والی اس کمپنی کی اکلوتی مالکن آپ ہیں۔" میں نے کہا۔ "جس نے وہ پلاٹ کرائے پر لیا تھا۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ موجودہ حالات میں آپ سے کوئی سودا ہو نہیں سکتا۔" میں بولا۔ "ہم نہیں چاہتے کہ بعد میں سکندر کے وارث کوئی فساد کھڑا کریں۔"

"اس کا وارث اب ہے کون؟" نیلم نے فوراً ہی جواب دیا۔ "اس کی بیوی تو اس کے قتل کے الزام میں پھانسی پر لٹکنے والی ہے۔ ویسے بھی مجھے یہ بات ثابت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"محترمہ کوئی ثبوت ضروری ہے جو یہ ثابت کر سکے کہ سکندر غلط کہہ رہا تھا۔"

نیلم کچھ دیر تک سوچتی رہی پھر بولی۔ "میرے پاس ایسے سارے کاغذات موجود ہیں جو یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ اس کمپنی کی اکلوتی مالکن میں ہوں۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔" میں بولا۔ "کیا آپ وہ کاغذات دکھا سکتی ہیں؟"

"ٹھیک ہے میں آپ کو دکھاتی ہوں۔" چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اس نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ "آپ لوگ بیٹھیے میں ابھی حاضر ہوتی ہوں۔" نیلم لمبے لمبے ڈگ بھرتی ہوئی بیڈروم کے دروازے پر پہنچ گئی۔ ذرا دیر رک کر اس نے پلٹ کر ہماری طرف دیکھا۔ پھر بیڈروم کا دروازہ اتنا ہی کھولا جتنا اندر داخل ہونے کے لیے کافی تھا۔ وہ تیزی سے اندر داخل ہوئی اور جھٹ سے دروازہ بند کر لیا۔ اس کے اندر جاتے ہی میں لپک کر اپنی جگہ سے اٹھا اور بیڈروم کے بند دروازے پر رک کر اندر جھانکنے کی کوشش کرنے لگا مگر باوجود کوشش کے میں اندر کی ایک جھلک بھی نہ دیکھ سکا۔ پھر اچانک میں نے پینترا بدلا اور دروازے کا ہینڈل گھماتے ہوئے ذرا اونچی آواز میں بولا۔ "جانے دیجیے محترمہ کاغذات......"

نیلم شاید دروازے کے پاس ہی کھڑی تھی کیونکہ جب میں نے دروازے کو دھکا دینا شروع کیا تو وہ فوراً ہی بولی۔ "ٹھہریے......ٹھہریے......" اس کے ساتھ ہی وہ تھوڑا سا دروازہ کھول کر سامنے آگئی اور کاغذات میرے ہاتھ میں تھما دیے لیکن اس کے باوجود بھی میں نے دروازے کو دھکیل کر پورا کھول دینے کی کوشش کی مگر نیلم نے مضبوطی سے دروازے کا پٹ تھام رکھا تھا۔

"یہ رہے کاغذات۔" وہ جلدی سے بولی۔ "آیے ادھر بیٹھتے ہیں۔"

"ہاں......ہاں۔" کہہ کر میں نے اس کے پیچھے یعنی دروازے کے اندر جھانکنے کی کوشش کی لیکن دروازہ اتنا ہی کھلا ہوا تھا۔ جتنے میں سے نیلم باہر نکل سکتی تھی۔ وہ باہر نکل آئی تب ہی اچانک میں نے دروازے کو دھکیل دیا لیکن اندر کی جانب سے کسی نے دروازے کو دھکیلا اور دروازہ بند ہو گیا۔

مجبوراً میں وہاں سے ہٹ کر واپس انسپکٹر زمان خان اور وارثی کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ نیلم نے وہ سارے کاغذات سینٹرل ٹیبل پر ڈال دیے اور اپنی جگہ پر بیٹھ گئی۔ میں نے کاغذات اٹھا لیے اور کچھ دیر تک انہیں دیکھنے کا بہانہ کرتا رہا پھر انہیں واپس میز پر رکھتے ہوئے بولا۔ "یہ کاغذات تو درست ہیں۔"

"تب آپ کو جو فیصلہ کرنا ہے جلدی کیجیے۔" نیلم نے سرد سے لہجے میں کہا۔ "مجھے کہیں جانا ہے۔"

"فیصلہ؟" میں نے چونک کر کہا۔

"ہاں مجھے سکندر کی طرح لالچ نہیں کرنی ہے۔" وہ بولی۔ "آپ صرف ایک لاکھ روپے دے دیں میں ابھی کرایہ نامہ پھاڑ دیتی ہوں۔"

"مگر میڈم میں تو بہت غریب آدمی ہوں۔" میں دھیرے سے بولا۔

"کیا؟" اس نے چونک کر ہم تینوں کی طرف دیکھا۔ "تو کیا آپ لوگ ساگانی کے آدمی نہیں ہیں؟"

"جی نہیں۔"

"تو اتنی دیر سے میرا دماغ کیوں چاٹ رہے ہیں؟" وہ غصے میں بولی۔ "کون ہیں آپ لوگ؟"

"میں کرائم رپورٹر ہوں۔" میں بولا۔ "دی ٹائم اخبار تو آپ نے......"

ابھی میں نے یہ کہا ہی تھا کہ اچانک انسپکٹر زمان خان ایک جھٹکے سے اٹھ گیا اور غصے میں بولا۔ "چلو اٹھو۔" اس کے ساتھ ہی وہ دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ مجبوراً مجھے اور وارثی کو اس کے پیچھے بھاگنا پڑا۔ نیلم بڑی عجیب نظروں سے ہمیں دیکھ رہی تھی اس کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے۔ ہمارے باہر نکلتے ہی نیلم نے دھڑام سے دروازہ اندر سے بند کرلیا۔

انسپکٹر زمان خان باہر کھڑا مجھے غصے سے گھور رہا تھا لیکن میں نے اس کے غصے کی پروا نہ کرتے ہوئے دھیرے سے کہا۔ "میں یقین سے کہہ رہا ہوں انسپکٹر صاحب کہ اس کے بیڈروم میں کوئی موجود ہے۔"

"ہوگا۔" انسپکٹر زمان خان کرخت لہجے میں بولا۔ "لیکن میں کسی ثبوت کے بغیر کوئی قدم اٹھانا نہیں چاہتا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ تمہارے چکر میں پڑ کر میں اتنی دور کیوں چلا آیا؟"

"اب جب آپ آ ہی گئے ہیں تو دس منٹ اور ٹھہر جائیں یہ میری آپ سے درخواست ہے۔" میں عاجزانہ لہجے میں بولا۔ "میں چاہتا ہوں کہ آپ اس کے گیراج کو بھی دیکھ لیں وہ ابھی کہیں باہر جانے والی ہے۔ اس لیے گاڑی نکالنے کے لیے وہ گیراج ضرور کھولے گی۔"

"اور اگر اس نے کار نکالنے کی کوشش ہی نہیں کی یا وہ باہر ہی نہ گئی تو؟"

"لیکن تھوڑی دیر انتظار کرنے میں کیا حرج ہے؟" میں بولا۔ "پلیز میری بات مان لیجیے اور اپنی جیپ سامنے سے ہٹوا کر دور کھڑی کرا دیجیے ورنہ سارا معاملہ بگڑ جائے گا۔"

"اچھا۔" انسپکٹر زمان خان ذرا دیر سوچنے کے بعد بولا۔ "لیکن میں دس منٹ سے زیادہ نہیں ٹھہروں گا۔" اتنا کہہ کر وہ جیپ کی طرف چل دیا جہاں دو سپاہی بھی موجود تھے۔ انسپکٹر نے انہیں جیپ دور کھڑی کرنے کے لیے کہہ دیا۔ اس کے بعد ہم تینوں ایک جگہ اوٹ میں کھڑے ہوگئے۔

دس منٹ کے اندر ہی سجی سنوری ہوئی نیلم عمارت سے باہر نکلی اور اپنا پرس جھلاتی ہوئی گیراج کی جانب بڑھنے لگی۔ گیراج کے پھاٹک پر رک کر اس نے پرس میں سے تالے کی چابی نکالی اور تالا کھول دیا۔ میں نے انسپکٹر زمان خان کو کہنی ماری اور پھر ہم تینوں ستون کی اوٹ سے باہر نکل کر گیراج کی طرف بڑھے۔ اس وقت تک نیلم گیراج کے اندر داخل ہو چکی تھی۔

"اوہ میڈم۔" میں لپک کر دروازے کے پاس آکر بولا تو وہ چونک کر گھوم گئی اور روکھے لہجے میں بولی۔ "اب کیا ہے؟"

"میں آپ کو پھر ڈسٹرب کرنے کی معافی چاہتا ہوں۔" میں دھیمے اور نرم سے لہجے میں بولا۔ "ہمارے لیے ایک مسئلہ پیدا ہوگیا ہے۔"

"کیا؟"

"ہمیں یہاں سے کوئی سواری نہیں مل رہی ہے۔" میں نے کہا۔ "آپ کہیں جا رہی ہیں۔ اس لیے یہیں کسی ٹیکسی اسٹینڈ تک لفٹ دے دیں تو مہربانی ہوگی۔" نیلم کچھ ہچکچائی پھر ذرا دیر بعد بولی۔ "اوکے...... آ جائیے۔"

"تھینک یو۔" کہہ کر میں نے کار کا پچھلا دروازہ کھولا اور انسپکٹر کو اشارہ کیا تو وہ دوسری طرف سے گھوم کر پچھلی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ میں نے جلدی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس جگہ پر رکھ دیا جہاں سیٹ گیلی تھی۔ انسپکٹر زمان خان نے فوراً ہی پینترا بدلا اور دروازہ کھول کر جھٹکے سے باہر نکل آیا۔ اس وقت نیلم ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کرنے والی تھی انسپکٹر زمان خان کو باہر نکلتے دیکھ کر اس نے پوچھا۔ "کیوں؟ کیا ہو گیا؟"

"یہ پچھلی سیٹ کچھ گیلی ہے...... میرے کپڑے......"

"سیٹ کل دھوئی گئی تھی۔" نیلم جلدی سے بولی۔ "شاید سوکھی نہیں ہوگی۔"

"ارے وہ ادھر کونے میں کیا رکھا ہے؟" میں جان بوجھ کر انسپکٹر کو سنانے کے لیے اونچی آواز میں بولا تو ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھی ہوئی نیلم کی نظریں بھی اس جانب اٹھ گئیں۔ "کمبل ہے۔" وہ جلدی سے بولی۔ "آپ بیٹھیے تو سہی۔" لیکن تب تک تو انسپکٹر زمان خان اس کونے کی جانب بڑھ چکا تھا۔ اس نے جھک کر گیلے کمبل کی گٹھری اٹھائی چند لمحوں تک تو وہ اسے ٹٹولتا رہا پھر اسے دوبارہ فرش پر رکھنے لگا تو اس کے اندر سے

سیاہ رنگ کے مردانہ جوتوں کی ایک جوڑی نیچے گر پڑی۔ ذرا دیر تک تو انسپکٹر زمان خان ان بھیگے ہوئے جوتوں کو دیکھتا رہا پھر اچانک گھوم کر نیلم کی طرف دیکھنے لگا۔ اس بار جب وہ بولا تو اس کی آواز میں بڑا رعب اور دبدبہ تھا۔

''میڈم انجن بند کر دیجیے اور نیچے اتر آئیے۔''

''کیوں؟'' نیلم حیرانی سے چیخ پڑی۔

''جیسا کہا جا رہا ہے ویسا کیجیے۔'' انسپکٹر زمان خان غراہٹ بھرے لہجے میں بولا۔

''ہم واپس آپ کے فلیٹ میں چل رہے ہیں۔''

''لیکن کیوں؟''

''دس از پولیس انکوائری میڈم۔'' وہ بولا۔ ''میں انسپکٹر زمان خان ہوں۔ آپ سے جو کہا جا رہا ہے وہ کیجیے آیے چلیے۔''

نیلم گیس کے غبارے کی طرح پچک کر رہ گئی پھر وہ دھیرے دھیرے کار سے باہر نکل آئی۔

☆☆

''تو آپ لوگ میرے فلیٹ کی تلاشی لینا چاہتے ہیں؟'' اپنے ڈرائنگ روم میں آنے کے بعد نیلم نے ہم سب کو گھورتے ہوئے کہا۔

''میں صرف یہاں کے باقی کمروں پر ایک نظر ڈالنا چاہتا ہوں۔'' انسپکٹر زمان نے کہا۔ ''اسے اگر آپ تلاشی کہتی ہیں تو یہ ہی سمجھ لیجیے۔''

''لیکن آفت کیا آ گئی ہے؟'' نیلم جھلا کر بولی۔ ''کیا کیا ہے میں نے؟''

''یہ ہی تو میں آپ سے جاننا چاہتا ہوں کہ کیا کیا ہے آپ نے؟'' انسپکٹر بولا۔

''کس سلسلے میں؟''

''دیکھیے کل رات سکندر، ساگانی صاحب کی لانچ پر دی جانے والی پارٹی میں موجود تھا۔ پھر آدھی رات کو وہ سمندر میں گر گیا تھا۔'' انسپکٹر زمان خان نے کہا۔ ''حالات سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ اسے قتل کر کے پانی میں پھینک دیا گیا ہے لیکن ہماری بھرپور کوشش کے باوجود سمندر میں سے اس کی لاش برآمد نہیں ہوئی۔''

''لاش بہہ کر کہیں دور نکل گئی ہو گی۔'' نیلم غصے میں بولی۔

''ہم نے سمندر میں دور دور تک تلاش کر لیا ہے۔''

''تو پھر کیا ہوا؟''

''پھر یہ ہوا کہ ہمیں ایک ایسا اشارہ ملتا ہے کہ سکندر جمال مرا نہیں ہے بلکہ اپنے کسی ساتھی کی مدد سے سمندر سے نکل آیا تھا۔'' انسپکٹر زمان خان نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ ''کنارے پر صحیح سلامت پہنچ جانے کے بعد وہ اب کہیں روپوش ہو گیا ہے اور ابھی ابھی ہمیں آپ کے گیراج سے ایک بھیگا ہوا کمبل اور مردانہ بھیگے ہوئے جوتے ملے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کی کار کی پچھلی سیٹ بھی گیلی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہاں پانی میں بھیگی ہوئی چیز رکھی ہوئی تھی اس کے علاوہ مجھے یہ بات بھی معلوم ہوئی ہے کہ آپ کے بیڈ روم میں اس وقت کوئی موجود ہے۔''

''کیا؟'' نیلم تقریباً اچھل پڑی۔ ''شرم آنی چاہیے آپ کو ایسی بات کہتے ہوئے۔''

''اگر آپ کے کہنے کے مطابق وہاں کوئی نہیں ہے تو آپ کو ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟'' انسپکٹر زمان نے بڑی نرمی سے کہا۔ ''میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے اس کمرے میں جھانکنے کی اجازت دے دیں۔''

''مجھے آپ کی یہ درخواست منظور نہیں ہے۔'' نیلم نے تلخی سے کہا۔

''تو پھر آپ یہ بتانا گوارہ کریں گی کہ گیراج میں رکھا ہوا کمبل گیلا کیسے ہوا؟'' میں نے دھیرے سے کہا۔ ''وہ مردانے جوتے کس کے ہیں اور گیلے کیسے ہوئے؟ آپ کی کار کی پچھلی سیٹ پر کون سی گیلی چیز رکھی ہوئی تھی؟''

''میں کچھ بتانا نہیں چاہتی۔'' نیلم سخت غصے میں بولی۔ ''اور آپ اپنی زبان بند رکھیے مجھے تو سارے فساد کی جڑ آپ ہی لگتے ہیں۔''

''بالکل ٹھیک کہا آپ نے۔'' میں مسکرا کر بولا۔ ''انسپکٹر صاحب کو یہ بات بھی میں نے ہی بتائی ہے کہ آپ کے بیڈ روم میں کوئی شخص موجود ہے اور وہ شخص سکندر جمال ہی ہے۔''

''آپ نے دیکھا ہے اسے میرے بیڈ روم میں؟''

''سنیے یہ بات چھوڑ دیجیے کہ کس نے دیکھا ہے اور کس نے نہیں دیکھا ہے۔'' میرے جواب دینے سے پہلے ہی انسپکٹر زمان خان بڑے سخت سے لہجے میں بولا۔ ''آپ یقین سے کہہ رہی ہیں کہ آپ کے بیڈ روم میں کوئی نہیں ہے؟''

''جی ہاں۔''

''پھر تو میں تلاشی ضرور لوں گا۔'' انسپکٹر زمان خان آنکھیں نکال کر بولا۔ ''میں سرچ وارنٹ لینے جا رہا ہوں۔ لیکن آپ یہ مت سمجھئے گا کہ میرے جانے کے بعد آپ اسے چپ چاپ فلیٹ سے نکال دیں گی۔ میں آپ کے فلیٹ پر پولیس کا پہرہ لگا کر جاؤں گا اگر کوئی بھی اندر سے نکلا تو گرفتار کر لیا جائے گا اور ساتھ ساتھ آپ کو بھی ہتھکڑی لگ جائے گی۔'' یہ کہہ کر

انسپکٹر جیسے ہی مڑا ویسے ہی نیلم نے مری مری آواز میں اسے رکنے کے لیے کہا۔ ہم نے دیکھا وہ بہت گھبرائی ہوئی تھی انسپکٹر زمان خان کی اس دھمکی نے اس کے سارے کس بل نکال دیئے تھے۔ ذرا دیر ٹھہر کر وہ بے حد دھیمی سی آواز میں بولی۔

''انسپکٹر صاحب اگر میں سچ سچ آپ کو بتا دوں تو آپ مجھے ناجائز تنگ تو نہیں کریں گے؟''

''ہرگز نہیں میڈم۔'' انسپکٹر خان نرم لہجے میں بولا۔ ''میرا کام کسی کو تنگ کرنا نہیں ہے۔ آپ بے خوف ہو کر سچی بات بتا دیں۔''

''میرے فلیٹ میں اس وقت۔'' وہ بولتے بولتے ذرا دیر کے لیے رکی پھر اچانک بول پڑی۔ ''اس وقت میرے فلیٹ میں ایک آدمی ہے۔''

''سکندر جمال؟'' انسپکٹر نے پوچھا۔

''نہیں وہ کوئی اور ہے۔'' نیلم ہچکچائی۔ ''لیکن وہ بیڈ روم میں نہیں کچن میں ہے۔''

''لیکن پہلے تو وہ بیڈ روم میں ہی تھا۔'' میں نے دھیرے سے کہا تو نیلم نے قہر آلود نظروں سے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ ''برائے مہربانی تم اپنا منہ بند رکھو۔''

''کون ہے وہ آدمی؟'' انسپکٹر نے پوچھا۔

''اس کا نام گلزار ہے۔ گلزار احمد وہ پہلے بھی کچن میں تھا اور اب بھی کچن میں ہی ہے۔'' نیلم نے کہا۔

انسپکٹر زمان خان نے کچن کی جانب نظریں اٹھائیں اور بولا۔ ''ذرا بلائیے اسے۔''

''گلزار۔'' نیلم نے آواز دی۔ ''باہر آؤ۔''

ذرا دیر بعد کچن کا بند دروازا کھلا اور ایک نوجوان آدمی باہر نکلا اور ٹھٹک کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے نیچے سے اوپر تک اس شخص کو دیکھا وہ سکندر جمال کے ہی قد و قامت کا ایک تندرست جوان تھا۔ لیکن اتنی مماثلت کے باوجود وہ سکندر نہیں تھا۔

''یہ گلزار احمد ہے۔'' نیلم نے کہا۔ ''میرا ہونے والا شوہر آج ہماری شادی ہونے والی ہے۔''

''آج ہی؟'' وارثی کے منہ سے نکلا۔

''جی ہاں کورٹ میں' کوئی اعتراض ہے؟'' نیلم نے گھور کر وارثی کو دیکھا۔

''یہ کچن میں کیا کر رہا تھا؟'' انسپکٹر نے نیلم سے پوچھا۔

''کچن میں کیا کیا جاتا ہے۔'' نیلم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''یہ ناشتا بنا رہا تھا۔''

''لیکن مجھے تو یہ بتایا گیا تھا کہ یہ آدمی آپ کے بیڈ روم کی کھڑکی میں دیکھا گیا تھا؟'' انسپکٹر زمان خان نے کہا۔

''آپ کو غلط بتایا گیا ہے۔'' نیلم ایک تیکھی نظر مجھ پر اور وارثی پر ڈالتی ہوئی بولی۔ ''گلزار نے بیڈ روم میں قدم تک نہیں رکھا یہ جب سے یہاں ہے یا تو ڈرائنگ روم میں تھا یا پھر کچن میں۔''

''یہ ممکن نہیں۔'' میں دھیرے سے بڑبڑایا۔

''کیا میں کچن کو دیکھ سکتا ہوں؟'' یکایک وارثی نے پوچھا۔

''جائیے شوق سے جائیے۔'' نیلم غصے میں بولی۔

میں بھی وارثی کے پیچھے لپکا۔ میں نے دیکھا کچن کی کھڑکی پر سفید رنگ کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ میں نے پردہ ہٹا کر دور سامنے والی عمارت کی چھت پر نگاہ ڈالی تو مجھے وہاں وارثی کا آدمی جاوید دکھائی دیا۔ میں نے جھٹ پردہ گرا دیا اور وارثی سے بولا۔ ''تمہارا آدمی تو اب بھی سامنے والی عمارت کی چھت پر موجود ہے۔''

''ہاں۔'' وارثی بولا۔ ''اور اب میرا خیال ہے کہ نیلم سچ بول رہی ہے۔''

''کیا مطلب؟''

''ممکن ہے جاوید نے دھوکہ کھایا ہو اور وہ اس پردے والی کھڑکی کو بیڈ روم کی کھڑکی سمجھ بیٹھا ہو۔'' وارثی بولا۔ ''یقیناً وہ پردے سے ہی دھوکہ کھا گیا ہے۔''

''ہو سکتا ہے۔'' میں بولا۔ ''لیکن میں اب بھی کہتا ہوں کہ بیڈ روم میں کوئی موجود ہے کیونکہ جب میں نے بیڈ روم کا دروازہ کھولنے کے لیے اسے دھکا دیا۔ تو کوئی اندر سے دھکیل کر اسے بند کر رہا تھا۔ میں اس معاملے میں دھوکہ نہیں کھا سکتا۔'' وارثی نے میری اس بات کا جواب نہیں دیا پھر ہم کچن سے باہر آ گئے۔

''بالکل ٹھیک ہے انسپکٹر صاحب۔'' میں نے نزدیک آ کر کہا۔ ''یہ صاحب کچن میں ہی تھے لیکن جب ہم پہلی بار یہاں آئے تھے تو کچن میں نہیں بلکہ بیڈ روم میں تھے۔''

''میں کچن میں ہی تھا۔'' گلزار نے کہا۔

''تو پھر آپ باہر کیوں نہیں آئے؟'' وارثی نے پوچھا۔

''میری مرضی۔'' گلزار شانے اچکا کر بولا۔

''یہ آپ لوگ میرے بیڈ روم کے پیچھے کیوں پڑے ہوئے ہیں؟'' نیلم نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ ''جانتے ہیں آپ میری بے عزتی کر رہے ہیں؟ میرے ہونے والے شوہر کے سامنے مجھ پر الزام لگا رہے ہیں کہ میرے بیڈ روم میں کوئی غیر مرد ہے۔''

''حقیقت ہے۔'' میں بولا۔ ''میں دعویٰ کے

ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جب ہم پہلی بار یہاں آئے تھے اس وقت آپ کے بیڈروم میں کوئی تھا۔"

"اس جھگڑے کا ایک ہی حل ہے میڈم کہ آپ مجھے بیڈروم میں جانے کی اجازت دے دیں۔" انسپکٹر زمان خان نے کہا۔ "سچ اور جھوٹ کا پتا چل جائے گا آپ یہ کہہ رہی تھیں کہ آپ کے بیڈروم میں کوئی نہیں ہے ہے نا؟"

"میں نے یہ کب کہا؟" نیلم یکایک بل کھا کر بولی۔ "بیڈروم میں میری ممی ہیں۔"

"ممی۔" وارثی نے ہنس کر میری طرف دیکھا لیکن میرے کچھ کہنے سے قبل ہی نیلم نے پکارتے ہوئے کہا۔ "ممی ذرا باہر آجایئے۔"

اس کے ساتھ ہی ہم سب کی نگاہیں بیڈروم کی جانب اٹھ گئیں دروازہ کھلا اور ایک سفید بالوں والی عورت سفید ریشمی ساڑی میں ملبوس باہر آگئی میرے اوپر تو جیسے گھڑوں پانی پڑ گیا اور میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس عمر رسیدہ عورت کو دیکھنے لگا۔

"یہاں جتنی باتیں ہوئی ہیں وہ سب میں نے سن لی ہیں۔" اچانک اس بوڑھی عورت نے ہم سب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "میری بیٹی پر یہ بے ہودہ الزامات لگاتے ہوئے آپ کو شرم آنی چاہیے۔"

"آپ صبح سے یہاں ہیں؟" اچانک وارثی پوچھ بیٹھا۔

"میں کل رات سے ہی یہاں ہوں۔" بوڑھی نے کہا۔

"ممی بہاولپور میں رہتی ہیں۔" نیلم نے کہا۔ "یہ کل رات ساڑھے آٹھ بجے کی گاڑی سے یہاں پہنچی ہیں اور جب سے میں انہیں اسٹیشن سے لے کر آئی ہوں یہ یہیں ہیں۔"

"جب میں نے بیڈروم کا دروازہ کھولنے کی کوشش کی تھی تو دروازے کو اندر سے آپ دھکیل رہی تھیں؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں کیونکہ اس وقت میں نے اپنے دانت نہیں لگائے ہوئے تھے۔" نیلم کی ماں نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ "میرے دانت اس وقت پانی کے گلاس میں پڑے تھے اور میں نہیں چاہتی تھی کہ دانتوں کے بغیر کوئی مجھے دیکھے۔"

"اوہ۔" میرے اندر کی ساری ہوا نکل گئی۔

"لیکن پھر بھی کوئی گڑبڑ ہے۔" وارثی نے کہا۔

"کیا گڑبڑ ہے؟" انسپکٹر زمان خان نے پلٹ کر پوچھا۔

"اس عمارت کی صبح سویرے سے نگرانی ہو رہی ہے۔ اس لیے میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ گلزار جیسا کوئی آدمی اس عمارت میں داخل ہوتے دیکھا ہی نہیں گیا ہے۔" وارثی بولا۔

"لیکن......" نیلم طنز بھرے لہجے میں بولی۔ "یہ دعویٰ کرتے وقت آپ نے یہ نہیں سوچا کہ گلزار صاحب کا فلیٹ بھی اس عمارت میں ہو سکتا ہے۔"

"کیا مطلب؟" وارثی چونک پڑا۔ "یہ اس عمارت میں رہتے ہیں؟"

"جی ہاں اسی عمارت کی چوتھی منزل پر ان کا بھی فلیٹ ہے۔" نیلم نے کہا۔ وارثی کی تو آواز ہی نہیں نکلی اور میں بھی حیرت سے اس کی طرف دیکھتا رہ گیا۔ چند لمحوں تک جب کوئی کچھ نہیں بولا تو انسپکٹر زمان خان نے ہی اس خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے میڈم اب تک تو آپ نے ہمارے سارے سوالوں کے جواب دے دیے ہیں لیکن اب یہ بھی بتا دیجیے کہ آپ کے گیراج میں وہ بھیگا ہوا کمبل اور بھیگے ہوئے مردانہ جوتے کہاں سے آئے؟"

"اور یہ بھی کہ کل رات آپ کہاں تھیں؟" میں جلدی سے بولا۔

"یہ تو میں بتا سکتی ہوں۔" نیلم کے بولنے سے پہلے اس کی ممی بول پڑی۔

"کل نیلم پہلے مجھے اسٹیشن سے گھر لائی تھی۔ اس کے بعد میں اس کے ساتھ ایک رشتے دار کے گھر گئی تھی وہاں سے ہم دونوں بارہ بجے کے بعد واپس آئے تھے اور آتے ہی سو گئے تھے۔"

"شاید آپ کے سو جانے کے بعد نیلم کہیں باہر گئی ہو۔" میں نے کہا۔

"نہیں گئی۔" نیلم کی ماں نے کہا۔ "اگر گئی ہوتی تو مجھے معلوم ہو جاتا کیونکہ میں بہت کچی نیند سوتی ہوں برخوردار۔"

"کیا آپ کو معلوم تھا کہ آپ کی بیٹی شادی کرنے والی ہے اور وہ بھی آج ہی؟" میں نے پوچھا۔

"جی نہیں یہ بات مجھے ابھی معلوم ہوئی ہے۔"

"میں آپ کو سرپرائز دینا چاہتی تھی ممی۔" نیلم نے جلدی سے کہا۔ "میں آپ کو گلزار سے ملانا چاہتی تھی اور پھر شادی کی بات بتانا چاہتی تھی۔"

"آپ آج سے پہلے گلزار کو نہیں جانتی تھیں؟" میں نے نیلم کی ماں سے پوچھا۔

"نہیں۔"

"یہ ہماری اپنی باتیں ہیں۔" نیلم نے اعتراض کرتے ہوئے کہا۔ "آپ کو ہمارے گھریلو معاملات میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" وارثی بولا۔ "لیکن آپ نے ابھی تک انسپکٹر صاحب کو اپنا بیڈروم دیکھنے کی اجازت نہیں دی ہو سکتا ہے وہاں اور بھی کوئی ہو۔"

’’اگر میری باتوں سے آپ لوگوں کو تسلی نہیں ہوتی تو میں اجازت دیتی ہوں۔‘‘ نیلم غصے میں بولی۔ ’’جائیے انسپکٹر جا کر میرا بیڈروم دیکھ لیجیے میں آپ کو تلاشی کی اجازت دیتی ہوں۔‘‘

انسپکٹر زمان خان پہلے تو ذرا ہچکچایا پھر دھیرے دھیرے بیڈ روم کی جانب چل پڑا۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ بیڈ روم سے واپس آیا تو اس کے چہرے پر مایوسی کے سیاہ بادل منڈلا رہے تھے۔ اس کی صورت دیکھتے ہی میری گردن جو اب تک تنی ہوئی تھی اچانک جھک گئی۔

’’بیڈ روم کی تلاشی تو ہوگئی۔‘‘ انسپکٹر زمان خان نے واپس آتے ہوئے نیلم کی طرف دیکھ کر کہا۔ ’’لیکن ابھی تک آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا کہ وہ بھیگا ہوا کمبل اور بھیگے ہوئے مردانہ جوتے گیراج میں کہاں سے آئے؟‘‘

’’دراصل کل صبح میں نے اور گلزار نے شادی کرنے کا فیصلہ کیا تھا اور اسی خوشی میں ہم دونوں پکنک کے لیے نکل گئے تھے۔‘‘ نیلم نے کہا۔ ’’ہم نے کچھ کھانے پینے کا سامان خریدا کچھ پھل وغیرہ لیے اور پھر راستے سے برف بھی خریدا برف کو گاڑی میں پڑے ہوئے پرانے کمبل میں لپیٹ کر پچھلی سیٹ پر رکھ دیا اور گڈانی چلے گئے۔ شام کو واپس آنے سے تھوڑی دیر پہلے گلزار ایک مچھیرے کی چھوٹی کشتی میں چڑھنے لگا تو اس کا پاؤں پھسل گیا اور وہ جوتوں کپڑوں سمیت پانی میں جا گرا۔ گیراج میں پڑے ہوئے جوتے اس کے ہیں جب کہ گیلے کپڑے تو ذرا دیر میں ہی سوکھ گئے۔ اب رہ گیا وہ کمبل اور گاڑی کی سیٹ تو جناب میں بتا چکی ہوں کہ برف ہم نے کمبل میں لپیٹ کر پچھلی سیٹ پر رکھی تھی اس لیے وہ سیٹ نم ہوگئی تھی۔‘‘

’’پکنک سے آپ کب واپس آئی تھیں؟‘‘ انسپکٹر نے پوچھا۔

’’شام کو کیونکہ آٹھ بجے مجھے ممی کو لینے کے لیے اسٹیشن جانا تھا اور ساڑھے آٹھ بجے گلزار کو بھی کسی سے ملنے کے لیے جانا تھا۔‘‘ نیلم نے بتایا۔ ’’گاڑی پندرہ منٹ لیٹ تھی اور گلزار زیادہ دیر رک نہیں سکتا تھا۔ اس لیے وہ چلا گیا اور مجھے اسی عمارت میں رہنے والے ایک صاحب کی کار میں لفٹ مل گئی۔ میں اور ممی ان کی کار میں گھر آئے تھے۔‘‘

’’مسٹر گلزار۔‘‘ اچانک میں نے گلزار سے پوچھا۔ ’’آپ مسٹر سکندر جمال کو جانتے ہیں؟‘‘

’’کچھ خاص نہیں۔‘‘ گلزار نے کہا۔ ’’ابھی حال ہی میں ایک بار ملاقات ہوئی تھی۔‘‘

’’کب؟‘‘

’’کل صبح۔‘‘ گلزار بولا۔

’’کمال ہے سارے کام آپ نے کل ہی کیسے؟‘‘ میں حیرت کا اظہار کرتے ہوئے بولا۔ ’’کل آپ پہلی بار سکندر جمال سے ملے۔ کل ہی آپ نے مس نیلم کے ساتھ شادی کا فیصلہ کیا اور کل ہی آپ دونوں پکنک کے لیے گڈانی چلے گئے اور کل ہی آپ کے نئے جوتے پانی میں شرابور ہوگئے اور کل ہی......‘‘

’’کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔‘‘ گلزار ہنس کر بولا۔ ’’کہ بہت سارے کام ایک ہی روز میں ہوجاتے ہیں۔‘‘

’’آپ کی نظر میں سکندر کیسا آدمی تھا؟‘‘ انسپکٹر نے نیلم سے پوچھا۔ ’’کیا آپ کی اس سے نبھ جاتی تھی۔‘‘

’’کچھ بہت اونچے کردار کا آدمی تو نہیں تھا وہ۔‘‘ نیلم نے کہا۔ ’’مگر میں اس سے نبھا لیتی تھی۔ ایک آدھ بار اس نے حد سے آگے بڑھنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے ڈانٹ دیا تو وہ سنبھل گیا تھا۔‘‘

’’کیا کیا تھا اس نے؟‘‘

نیلم ذرا ہچکچائی پھر ایک نظر گلزار پر ڈالنے کے بعد بولی۔ ’’وہ مجھ پر ڈورے ڈالنے کی کوشش کر رہا تھا۔‘‘

’’اپنی بیوی کے ہوتے ہوئے؟‘‘

’’جی ہاں وہ اپنی بیوی سے خوش نہیں تھا۔‘‘ نیلم نے کہا۔ ’’اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر میں اس سے شادی کے لیے تیار ہوجاؤں تو وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے گا۔‘‘

’’آپ کو اس بات کی خبر تھی مسٹر گلزار؟‘‘ انسپکٹر نے گلزار سے پوچھا۔

’’جی ہاں۔‘‘ گلزار بولا۔ ’’اور میں نے اسے جھاڑ بھی پلائی تھی۔‘‘

’’کب؟ کیونکہ آپ تو کل پہلی بار ہی اس سے ملے تھے؟‘‘ انسپکٹر نے پوچھا۔

’’یہ ہمارے پکنک پر جانے سے پہلے کی بات ہے۔‘‘ گلزار نے کہا۔ ’’صبح میں پہلے نیلم کے دفتر میں گیا تھا لیکن نیلم دفتر میں موجود نہیں تھی مگر وہاں سکندر موجود تھا۔ اس وقت اس کے سامنے مناف نام کا ایک لمبا چوڑا نوجوان بھی بیٹھا تھا۔ اس وقت ان دونوں میں کسی بات پر سخت بحث ہو رہی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی سکندر نے اسے رخصت کر دیا۔ جب میں نے اسے بتایا کہ میں نیلم سے ملنے آیا ہوں تو وہ مجھ سے اکڑنے لگا۔ تب میں نے اس کو بتایا کہ میں جلد ہی نیلم کو اپنی شریک حیات بنا لوں گا تو وہ قہقہہ لگا کر ہنسنے لگا اور کہنے لگا کہ نیلم تم سے ہرگز شادی نہیں کرے گی۔ تب ہی نیلم وہاں پہنچ گئی اور میں نے اسی

وقت اسے شادی کی پیش کش کردی تھی۔"
"اور نیلم نے فوراً ہی یہ پیشکش قبول کرلی؟" وارثی نے کہا۔
"کیوں نہ کرتی؟" نیلم نے جلدی سے کہا۔ "مجھے تو اتنی خوشی ہوئی کہ اس دن سارا کام کاج چھوڑ کر میں نے پکنک پر جانے کا موڈ بنالیا۔"
"او کے مس نیلم۔" آخر میں انسپکٹر زمان خان اٹھتے ہوئے بولا۔ "ہم نے آپ کا کافی وقت برباد کیا۔ ویسے آپ کے تعاون کا بہت بہت شکریہ۔" اتنا کہہ کر انسپکٹر نے میری طرف دیکھا اور آگے بولا۔ "لیکن غلطی سراسر میری تھی اس شرلاک ہومز کی باتوں میں آکر میں بری طرح پھنس گیا خیر میں معافی چاہتا ہوں۔"
نیلم نے انسپکٹر کی آخری بات سن کر ایک زوردار قہقہہ لگایا اور میں کٹ کر رہ گیا۔

☆☆

میں اپنے فلیٹ میں بیٹھا سگریٹ کے گہرے گہرے کش لے رہا تھا اور میرے سامنے وارثی منہ لٹکائے بیٹھا تھا۔ ہم دونوں ہی خاموش تھے آخر میں نے ہی اس طویل خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا۔ "اس انتہائی مایوس کن سلسلے میں ایک نئی بات ہمیں معلوم ہوئی ہے۔"
"وہ کیا؟" وارثی نے بے دلی سے پوچھا۔
"وہ یہ کہ کل صبح صائمہ کا منگیتر مناف کسی بات پر لڑنے جھگڑنے کے لیے سکندر کے پاس پہنچا ہوا تھا۔" میں بولا۔
"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"
"فی الحال تو فرق کے بارے میں بتانا مشکل ہے۔" میں نے سگریٹ کا دھواں چھوڑتے ہوئے کہا۔ "لیکن اگر یہ معلوم ہو جائے کہ وہ کیوں سکندر سے ملنے گیا تھا تو شاید فرق پڑ جائے۔"
"تو اس کا مطلب ہے کہ میں مناف سے ملوں؟" وارثی بولا۔
"ہاں صرف اس سے ہی نہیں۔" میں بولا۔ "بلکہ تمہیں نیلم اور گلزار کو بھی ٹٹولنا ہوگا مجھے اس کی اس بات پر یقین نہیں آرہا کہ کل صبح سے پہلے وہ سکندر سے کبھی نہیں ملا اگر وہ نیلم کا پرانا عاشق ہے تو اسے سکندر کو بھی جاننا چاہیے تھا۔"
"یہ تو کوئی ضروری نہیں۔" وارثی بولا۔
"نہ سہی لیکن پتا لگانے میں کیا حرج ہے؟" میں نے کہا۔ "اور تم یہ بھی معلوم کرو کہ کیا نیلم کی ماں واقعی کل رات آٹھ بجے یہاں آئی تھی؟ اور کیا سچ مچ دونوں ماں بیٹی کسی رشتے دار سے ملنے گئی تھیں؟"
"تو کیا اب بھی تمہیں اپنی اس تھیوری پر بھروسا ہے کہ سکندر جمال مرا نہیں ہے بلکہ اس نے اپنی موت کا ڈراما اسٹیج کیا ہے؟"
"ہاں مجھے اب بھی یقین ہے کہ سکندر زندہ ہے۔" میں بولا۔ "اگر اسے نیلم سمندر سے نکال کر نہیں لائی تو کوئی اور لایا ہوگا۔ وارثی تم یہ مت بھولو کہ وہ ایک بے ایمان اور بدکردار آدمی تھا جو اپنی بیوی سے پیچھا چھڑا کر نیلم کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔"
"لیکن یہ کوئی ضروری تو نہیں کہ وہ نیلم یا کسی اور عورت کے چکر میں ہی اپنی بیوی سے پیچھا چھڑانا چاہتا ہو؟"
"ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی۔" میں بولا۔ "لیکن سکندر ایک ایسا آدمی تھا جو ہر کام میں اپنا ہی فائدہ دیکھتا تھا اپنے آپ کو مرا ہوا ظاہر کرنے پر بھی اس نے کوئی فائدہ ہی دیکھا ہوگا تب ہی تو اس نے ایسا کیا لیکن فی الحال تو اس کا مقصد مجھے کسی عورت کا چکر ہی لگتا ہے۔"
ابھی ہم دونوں میں یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ کال بیل بج اٹھی۔ میں نے سگریٹ کو ایش ٹرے میں مسل دیا اور اٹھ کر دروازہ کھولنے کے لیے بڑھا۔ دروازہ کھلا تو مجھے ایک نوجوان شخص اپنے سامنے کھڑا نظر آیا جسے میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ "مسٹر سہیل کیا آپ ہی ہیں؟" وہ میری طرف تکتا ہوا بولا۔
"جی ہاں مگر آپ؟"
"میں بیرسٹر مہتاب کا سیکریٹری ہوں۔" نوجوان بولا پھر جیب سے ایک لفافہ نکال کر میری طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔ "انہوں نے یہ لیٹر بھیجا ہے۔ پلیز ڈیلیوری بک پر آپ دستخط کردیں۔"
میں نے ڈیلیوری بک پر دستخط کر کے لفافہ اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ نوجوان لفافہ میرے ہاتھ میں تھماتے ہی وہاں سے رخصت ہوگیا۔ میں لفافہ کھولتا ہوا واپس کمرے میں آگیا۔ لفافے میں بیرسٹر مہتاب کے لیٹر ہیڈ پر ٹائپ کیا ہوا ایک لمبا سا خط تھا۔
"کیا ہے یہ؟" وارثی نے پوچھا۔
"معلوم نہیں۔" میں بولا۔ "پڑھ کر معلوم ہو جائے گا۔"
میں نے ٹائپ کیے ہوئے لیٹر کو پڑھنا شروع کیا تو دھیرے دھیرے میرا چہرہ گمبھیر ہوتا چلا گیا۔ وارثی میرے چہرے کی بدلتی ہوئی رنگت کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ جب میں پورا لیٹر پڑھ چکا تو اس نے پھر پوچھا۔ "کیا لکھا ہے اس میں؟"

''یہ نوٹس ہے۔'' میں بولا۔ ''نیلم داؤد کے وکیل نے بھیجا ہے اس میں لکھا ہے کہ میں نے کئی لوگوں کے سامنے اس کی تذلیل کی ہے۔ لہٰذا اس نے مجھ پر ہتک عزت کا دعویٰ کرنے کا فیصلہ کیا ہے جس کے بدلے مجھے اس کو ایک لاکھ روپیہ دینا چاہیے اگر یہ ادائیگی فوری نہ کی گئی تو مجھ پر مقدمہ چل جائے گا۔''

''واہ۔'' وارثی بولا۔ ''لڑکی تو کافی ہوشیار ہے۔''

''اس میں مزید لکھا ہے کہ میں نے کسی اور کو بچانے کے لیے اسے ایک جھوٹے اور بے بنیاد کیس میں پھنسانے کی کوشش کی ہے اور صرف میری وجہ سے اس کی شادی ٹوٹتے ٹوٹتے بچی ہے۔ میں نے اس کے نجی معاملات میں ٹانگ اڑانے کی کوشش کی ہے اور ایک پولیس آفیسر کو اس کے خلاف بھڑکایا ہے وغیرہ وغیرہ......''

''تعجب ہے یار۔'' وارثی بولا۔ ''اتنی جلدی وہ وکیل کے پاس بھی پہنچ گئی اور اس نے نوٹس بھی بھجوا دیا؟ خیر اب تم اس نوٹس کا جواب دو گے؟''

''اس کا جواب مانگا گیا ہے ایک لاکھ روپے کی صورت میں۔'' میں بولا۔ ''مگر فی الحال میرا کسی کو ایک چونی بھی دینے کا ارادہ نہیں ہے۔''

''تو اب کیا ارادہ ہے؟''

''فی الحال تو تفریح کا ارادہ ہے۔'' میں بولا۔ ''کم بخت سارا موڈ چوپٹ ہو گیا۔''

''تو پھر چلو کلب چلتے ہیں۔'' وارثی بولا۔

''کلب نہیں یار نہیں لونگ ڈرائیو پر۔ پکنک مناتے ہیں۔'' میں مسکراتے ہوئے بولا۔ ''گڈانی ہی چلے چلتے ہیں۔''

''گڈانی؟'' وارثی چونک پڑا۔ ''اور اس وقت؟''

''ابے تو ہم کام ہی کب وقت پر کرتے ہیں؟ اور ابھی تو صرف ڈیڑھ ہی بجا ہے۔''

''اوہ اب میں سمجھا۔'' وارثی معنی خیز لہجے میں بولا۔ ''یعنی تم وہاں جا کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرو گے کہ نیلم اور گلزار وہاں آئے تھے یا نہیں؟''

''بہت دیر میں سمجھے۔'' میں ہنس کر بولا۔ ''بڑی موٹی عقل ہے تمہاری۔''

''ٹھیک ہے چلتے ہیں۔'' وارثی بولا۔ ''مگر پہلے میں اپنے آدمیوں سے بات کر لوں۔''

''ضرور کر لو۔ تم اس فون پر ان سے بات کر لو۔ تب تک میں دوسرے فون سے ایڈووکیٹ ایاز صاحب سے بات کرتا ہوں۔'' کہہ کر میں دوسرے کمرے میں چلا آیا۔

فون سے نمٹ کر ہم دونوں اپنی کار پر روانہ ہو گئے۔ دو گھنٹے کی مسافت کے بعد ہم تقریباً چار بجے گڈانی کے ساحلی علاقے پر پہنچ گئے۔ اس وقت موسم بڑا خوش گوار تھا۔ سمندر کی موجیں شور مچا رہی تھیں اور ہوا میں بھی ٹھنڈک تھی۔ میرا اشارہ پا کر وارثی نے ساحل سے دور ایک درخت کے قریب کار کھڑی کر دی۔ پھر ہم پیدل ہی ساحل کی طرف چل پڑے۔ گیلی ریت میں چلتے چلتے ایک جگہ میں ٹھٹک کر رک گیا۔ ''کیا ہوا؟'' وارثی بولا۔

''وہ دیکھو کسی کار کے ٹائروں کے نشان ہیں۔'' میں نے اشارہ کیا۔

''ہاں یار یہ تو تازہ ہی بنے معلوم ہوتے ہیں۔'' وارثی جھک کر ان نشانات کا معائنہ کرتے ہوئے بولا۔

''یہ نیلم کی کار کے پہیوں کے نشان ہیں۔'' میں بولا۔

''تمہیں کیسے معلوم؟''

''میں نے گیراج میں کھڑی اس کی فیٹ کے پہیوں کو بڑے دھیان سے دیکھا تھا۔ اس کار کے دائیں جانب کا پچھلا ٹائر بالکل نیا تھا۔ جب کہ بائیں طرف کا ٹائر کچھ گھسا ہوا تھا۔ ویسے ہی ٹائروں کے نشانات اس وقت یہاں دکھائی دے رہے ہیں۔''

''اوہ۔'' وارثی کے لہجے میں مایوسی کی جھلک تھی۔ ''تو اس نے پکنک کے بارے میں ہمیں سچ ہی بتایا تھا۔''

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور ٹائروں کے نشانات کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتا چلا گیا۔ ذرا دور جانے کے بعد ایک جگہ ریت پر چار کوک کی خالی بوتلیں لڑھکی ہوئی پڑی دکھائی دیں۔ بوتلوں کے پاس کیلوں کے چھلکے اور ابلے ہوئے انڈوں کے چھلکے بھی پڑے ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ کچھ خالی لفافے بھی مڑے تڑے پڑے تھے جن پر دکان کا نام چھپا ہوا تھا۔ شاندار نمکو کارنر' ان سب چیزوں کو دیکھ کر وارثی بڑبڑا کر بولا۔ ''اب تو بالکل ہی کباڑا ہو گیا صاف ظاہر ہے کہ وہ دونوں اس جگہ آئے تھے یار کیا بات ہے آج تو ہر طرف سے جوتے ہی پڑ رہے ہیں۔ مجھے تو لگ رہا ہے کہ سکندر کے زندہ ہونے کی تمہاری جو تھیوری ہے وہ غلط ہے۔''

''میری تھیوری بالکل درست ہے۔'' میں پانی میں پڑے ہوئے ایک پانچ فٹ لمبے اور تین فٹ چوڑے تختے کو گھورتا ہوا بولا۔ ''شاید یہی وہ تختہ ہے جس پر چڑھنے کی کوشش میں گلزار پھسل کر پانی میں گرا ہو گا۔''

''ہو گا۔'' وارثی بے دلی سے بولا۔ ''لیکن تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ تمہاری تھیوری درست ہے جب کہ نیلم کی ایک ایک بات

یہاں آ کر سچ دکھائی دے رہی ہے۔"
"پھر بھی میں چیلنج سے کہہ رہا ہوں کہ سکندر کا قتل نہیں ہوا ہے۔" میں پر اعتماد لہجے میں بولا۔ "وہ زندہ ہے اس نے اپنی بیوی کو پھنسانے کے لیے اور اپنا کوئی مطلب پورا کرنے کے لیے اپنے قتل کا ڈراما رچایا ہے۔ میرے اس یقین کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں ہلا سکتی۔ دیکھ لینا سکندر جمال جب بھی ملے گا زندہ ہی ملے گا۔"
"دیکھتے ہیں۔" وارثی شانے اچکا کر بولا۔ "ابھی تک تو ہر کام الٹا ہی ہو رہا ہے۔"
"سنو اگر نیلم نے مجھ پر ہتک عزت کا مقدمہ کر دیا اور وہ مقدمہ جیت گئی تو کیا تم مجھے ہرجانہ ادا کرنے کے لیے ایک لاکھ روپے دو گے؟" میں نے پوچھا۔ تو وارثی بھنا کر بولا۔
"ہرگز نہیں دوں گا میں تمہارا دوست ہوں کوئی تمہارا بینک نہیں ہوں۔"
"بڑے کمینے دوست ہو۔" میں مسکرا کر بولا۔
"اور جب مجھے یقین ہو جائے گا کہ تمہارے پاس ایک لاکھ روپیہ نہیں ہے تو۔"
"میرے پاس واقعی نہیں ہے۔" میں بولا۔
"اب میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔" وارثی بولا۔ "تم بہت کمینے اور بے حد خرانٹ آدمی ہو۔ تم جیسا آدمی کوئی کیس ہار جائے' ایسی نوبت آنے سے پہلے ہی تمہاری کوئی کرامت تمہارے دشمن کو جہنم پہنچا دے گی۔"
"شکریہ شکریہ۔" میں بولا۔ "اب اپنا لٹکا ہوا تھوبڑا لے کر ہم واپس چلتے ہیں۔"
"ہو گئی پکنک؟"
"ہاں ہماری بھی اور نیلم اور گلزار کی بھی۔" میں بولا۔
"ٹھیک ہے چلو۔" ہم دونوں دھیرے دھیرے کار کی جانب بڑھ گئے۔

☆☆

اگلے دن صبح میں اس ریسیور کو اخبار میں لپیٹ کر وارثی کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ یہ وہی ریسیور تھا جسے ساگانی کی لانچ کے اپنے کیبن میں لگے ہوئے ٹیلی فون سیٹ سے میں نے کاٹا تھا۔
جب میں وارثی کے گھر پر پہنچا تو اس کا خاص آدمی انور مجھے گھر کے باہر ہی مل گیا۔ اس نے مجھے بتایا کہ وارثی ہمیشہ کی طرح سو رہا ہے۔
"آپ نے آج کا اخبار دیکھا؟" اچانک انور نے پوچھا۔
"نہیں۔" میں بولا۔ "کوئی خاص بات ہے؟"
"خاص بات دی ٹائم میں نہیں بلکہ مارننگ نیوز میں ہے۔" وہ بولا۔
"اچھا۔"
"جی ہاں سکندر کی موت کی خبر تو تقریباً تمام ہی اخبارات میں شائع ہوئی ہے۔" انور نے کہا۔ "لیکن مارننگ نیوز میں تو وہ سب بھی چھپا ہے جو کل صبح نیلم داؤد کے فلیٹ پر ہوا تھا اور یہ بھی چھپا ہے کہ نیلم نے آپ پر ہتک عزت کا دعویٰ بھی ٹھونک دیا ہے۔ مارننگ نیوز میں ہی نیلم اور اس کے منگیتر کی پکنک کی تصویریں بھی شائع ہوئی ہیں۔"
"پکنک کی تصویریں؟" میں نے حیرت سے انور کی طرف دیکھا۔
"جی ہاں نیلم اور گلزار کی وہ تصویریں جو گڈانی کے ساحل پر اتاری گئی تھیں۔" انور بولا۔
"تو کیا ان دونوں کے ساتھ مارننگ نیوز کا کوئی فوٹو گرافر بھی گیا تھا؟"
"نہیں وہ اپنے ساتھ آٹومیٹک کیمرہ لے کر گئے تھے اور پکنک کی تصویریں اسی کیمرے سے کھینچی گئی تھیں۔ اخبار کے انٹرویو کے وقت انہوں نے وہ تصویریں بھی مارننگ نیوز کے رپورٹر کو دی تھیں۔" انور نے بتایا۔
"ذرا اخبار لاؤ۔" میں نے کہا تو انور اخبار لانے چلا گیا اور میں سیڑھیاں چڑھ کر وارثی کے بیڈروم میں پہنچا۔ وارثی اوندھا پڑا سو رہا تھا میں نے اسے جھنجوڑ کر جگایا اس نے ایک بار آنکھیں کھولیں اور پھر بند کر لیں۔ "سونے دو یار۔" وہ بولا۔
"ابھی تو آیا ہوں میں۔"
"ابھی؟"
"ہاں تمہارے چکر میں صبح ہی صبح جاگنا پڑا تھا۔" وہ آنکھیں کھولے بغیر ہی بولا۔ "انور نے آ کر جگا دیا تھا بڑی بری خبریں لایا تھا۔ مارننگ نیوز دیکھا ہے تم نے؟"
"نہیں لیکن اگر انور کوئی ایسی ویسی خبر لایا تھا تو تم نے مجھے خبر کیوں نہیں کی؟"
"ہو جاتی خبر کون سی گاڑی چھوٹی جا رہی ہے؟" وارثی آنکھیں بند کیے ہی کہہ رہا تھا۔ "اور خبر تو بری تھی کوئی اچھی خبر تو نہیں تھی۔"
"تم ذرا اٹھ کر تو بیٹھو۔" میں نے اسے جھنجوڑتے ہوئے کہا۔
"لیکن۔" وہ کسمسا کر بولا۔ "ایک شرط پر اٹھتا ہوں۔"
"کیا؟"

''پہلے نوکر کو آواز دے کر چائے منگواؤ۔'' وہ بولا۔ ''تب ہی میری آنکھ کھلے گی۔''

ٹھیک اسی وقت انور اخبار لے کر آ گیا۔ میں نے اسی سے کہہ دیا کہ وہ چائے کا انتظام کرے۔ پھر جب تک وارثی کے ہاتھ میں چائے کا کپ نہیں آیا اور جب تک اس نے سگریٹ کا ایک کش نہیں لگا لیا تب تک اس نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ اس کے بعد ہم دونوں نے مارننگ نیوز میں چھپی ہوئی پکنک کی تصویریں بھی دیکھیں۔ ایک تصویر میں نیلم کی کار ساحل سے کچھ دور کھڑی ہوئی دکھائی دی۔ ایک اور تصویر میں نیلم اور گلزار ریت پر بیٹھے ہوئے نظر آئے۔ ایک تیسری تصویر میں ان کے برابر وہ کمبل بھی پڑا دکھائی دیا جس کے اوپر رکھا ہوا برف کا بڑا سا ٹکڑا بھی صاف دکھائی دے رہا تھا جب کہ چوتھی تصویر میں گلزار کو پانی کے قریب لکڑی کے اس تختے پر چڑھتے دکھایا گیا تھا۔

''مروا دیا۔'' میں ہونٹوں ہی ہونٹوں میں بڑبڑایا۔

''یار یہ لڑکی تمہاری ایسی تیسی کر کے رہے گی۔'' وارثی بولا۔ ''ابھی تک اس نے ایک بھی ایسی بات نہیں کہی ہے جس کو وہ ثابت نہ کر سکتی ہو۔ یہ تصویریں اس بات کا ثبوت ہیں کہ پکنک کے بارے میں اور کمبل میں رکھے برف کے بارے میں جو کچھ کہا تھا وہ بالکل سچ تھا۔''

میں چپ چاپ بیٹھا چائے کے گھونٹ بھرتا رہا۔ ''سگریٹ لو۔'' اچانک وارثی نے سگریٹ بڑھاتے ہوئے اس طرح کہا جیسے مجھے دلاسا دے رہا ہو۔ میں نے سگریٹ لینے کے بعد کہا۔ ''یار ایک کام تو کراؤ۔''

''کیا؟'' وارثی نے میری طرف دیکھا تو میں نے اخبار میں لپٹا ہوا ٹیلی فون ریسیور اس کے سامنے رکھ دیا اور بولا۔ ''یہ ریسیور میں سلیم ساگانی کی وی آئی پی لانچ کے اس کیبن سے نکال کر لایا ہوں جس میں مجھے ٹھہرایا گیا تھا اس پر سے انگلیوں کے نشان اٹھانے ہیں۔''

''تم اس پر سے کس کی انگلیوں کے نشان ملنے کی امید کر رہے ہو؟''

''سکندر جمال کی انگلیوں کے۔'' میں بولا۔ ''رخشندہ کا کہنا ہے کہ سکندر نے اس کے کیبن میں فون کیا تھا۔ اگر سکندر کہیں سے اس سسٹم پر فون کر سکتا تھا۔ تو وہ صرف میرے ہی کیبن سے اس وقت ایسا کر سکتا تھا۔''

''کیوں تمہارے کیبن سے کیوں؟'' وارثی پلکیں جھپکا کر بولا۔

''اس لیے کہ نیند نہ آنے کی وجہ سے ایک میں ہی اپنے کیبن میں موجود نہیں تھا۔'' میں نے کہا۔ ''اس وقت میں ڈیک پر ٹہل رہا تھا اور میرا کیبن خالی پڑا تھا جہاں سے وہ رخشندہ کو با آسانی فون کر سکتا تھا۔''

''تمہیں رخشندہ کی بات پر یقین ہے کہ سکندر نے اسے فون کیا تھا؟'' وارثی نے پوچھا۔

''ہاں! اور اگر اس ریسیور پر سے اس کی انگلیوں کے نشانات مل گئے تو یہ بات ثابت بھی ہو جائے گی۔'' میں نے کہا۔

''ارے ذرا عقل سے کام لو۔'' وارثی منہ بنا کر بولا۔ ''رخشندہ کو کوئی فون نہیں آیا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ سکندر ڈیک پر تھا اور میرا خیال ہے سکندر اس وقت وہاں صائمہ کے ساتھ تھا۔ رخشندہ اپنے شوہر پر شک کرتی ہو گی اس لیے ایک غیر عورت کے ساتھ دیکھ کر اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی ہو گی وہ موقعے کے انتظار میں وہیں ڈیک پر چھپی کھڑی ہو گی۔ پھر جب صائمہ سکندر کے پاس سے چلی گئی ہو گی تو رخشندہ نے اپنے شوہر کا کام تمام کر دیا ہو گا۔''

''چلو یوں ہی سہی۔'' میں بولا۔ ''پھر بھی ریسیور سے انگلیوں کے نشانات اٹھانے میں کیا حرج ہے؟''

''خوامخواہ کام بڑھ جائے گا۔'' وارثی نے پھر منہ بنایا۔ ''جب سارا کام مفت میں ہوتا ہے اور کہیں سے کچھ ملنے کی امید نہیں ہوتی تو میرا دل بیٹھنے لگتا ہے یار۔''

''شرم کرو۔'' میں بولا۔ ''ابھی تھوڑے دن پہلے ہی تمہیں میری وجہ سے ڈیڑھ لاکھ روپے کا فائدہ ہوا تھا۔ کہاں گئے وہ سب روپے۔''

''انور۔'' یکایک وارثی انور کو ڈانٹتے ہوئے بولا۔ ''کھڑے کھڑے منہ کیا دیکھ رہے ہو سنا نہیں سہیل صاحب نے کیا کہا ہے؟ جاؤ فوراً اس ریسیور کو لیبارٹری میں لے جاؤ۔''

انور کے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ ابھری اور پھر اس نے اخبار میں لپٹے ہوئے اس ریسیور کو میز پر سے اٹھا لیا اور بولا۔ ''لیکن موازنہ کرنے کے لیے سکندر جمال کی انگلیوں کے نشانات بھی تو ہونے چاہئیں۔''

''لیکن یہ کام لاش برآمد ہونے سے پہلے کیسے ہو سکتا ہے؟'' وارثی بولا۔

''لاش برآمد نہیں ہو گی۔'' میں یقینی لہجے میں بولا۔ ''جب بھی کچھ برآمد ہو گا جیتا جاگتا سکندر ہی برآمد ہو گا لیکن پولیس نے اس کے فلیٹ سے اس کی انگلیوں کے نشانات ضرور حاصل کر رکھے ہوں گے۔''

''لیکن پولیس کو بھی یہ کیسے معلوم ہوا ہوگا کہ سکندر کے فلیٹ میں سے ملنے والے انگلیوں کے نشانات میں سے کون سے نشانات سکندر کی انگلیوں کے ہیں؟'' وارثی نے کہا۔
''یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔'' میں بولا۔ ''ہر گھر میں کچھ ایسی چیزیں ہوتی ہیں جو صرف مرد کے کام آتی ہیں اور وہی اسے ہاتھ لگاتا ہے۔ جیسے شیو کا سامان آفٹر شیو لوشن کی شیشی ٹائی پن وغیرہ وغیرہ......''
''ہماری پولیس کو اتنی عقل ہے؟'' وارثی طنزیہ انداز میں بولا۔
''پولیس کو نہ سہی مگر انسپکٹر زمان کو ہے۔'' میں بولا۔
''کیا بات ہے بھئی آج تو اس کی بڑی تعریف کر رہے ہو؟'' وارثی آنکھ دبا کر بولا۔
''میں ہمیشہ ہی اس کی تعریف کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ ہے ہی تعریف کے قابل اگر......'' ابھی میں نے اتنا ہی کہا تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی وارثی نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری جانب سے جو بات اسے کہی گئی اس کا خاطر خواہ اثر اس پر ہوا اس کے چہرے پر سخت حیرت کے تاثرات ابھرے ہوئے تھے۔ پھر تھوڑی دیر بعد اس نے دھیرے سے ریسیور کو کریڈل پر رکھ دیا اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''مارے گئے ہم۔''
''کیا ہوا؟'' میں نے چونک کر پوچھا۔
''سکندر جمال کی لاش برآمد ہو گئی ہے۔'' وہ دھیرے سے بولا۔
''نہیں۔'' میں تقریباً چیخ پڑا۔
''ابھی پولیس ہیڈ کوارٹر سے جاوید نے فون کیا تھا۔'' وارثی بولا۔ ''سکندر کی لاش آج صبح سویرے سمندر سے نکالی گئی ہے اور لاش کا پوسٹ مارٹم بھی ہو گیا ہے۔''
''اوہ۔'' میرا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔
''لاش کی گردن پر ایک اڑتیس بور کی گولی کا سوراخ موجود ہے اور جو ریوالور پرسوں رات کو ساگانی نے اپنی لانچ پر رخشندہ سے لیا تھا وہ ریوالور اڑتیس بور کا ہی تھا۔ چلی ہوئی گولی کا خالی کارتوس اس ریوالور میں موجود تھا اور اس کی نالی سے آنے والی بو اس بات کی گواہی دے رہی تھی کہ ابھی حال ہی میں اس ریوالور سے گولی چلائی گئی ہے۔ اب لاش کی برآمدگی نے تمہارا یہ دعویٰ جھوٹ ثابت کر دیا ہے کہ سکندر مرا نہیں ہے بلکہ وہ اپنی بیوی کو پھنسانے کے لیے اپنی موت کا ڈراما رچا رہا ہے۔ کیا اب بھی تم یہ ہی کہو گے کہ رخشندہ نے اپنے شوہر کو قتل نہیں کیا ہے؟''
''لاش سے نکلنے والی گولی کا ریوالور سے موازنہ کر لیا گیا ہے؟'' میں نے پوچھا۔
''نہیں۔''
''کیوں؟''
''کیونکہ گولی برآمد نہیں ہوئی ہے۔'' وارثی بولا۔ ''گولی گردن میں لگی تھی اور سانس کی نالی کو چیرتی ہوئی دوسری طرف سے نکل گئی تھی۔''
''پھر یہ یقین کیسے کیا جا سکتا ہے کہ سکندر اس گولی سے مرا تھا جو ریوالور رخشندہ کے ہاتھ میں تھا؟'' میں بولا۔
''یار تمہیں اب بھی اس بات پر شک ہے؟ ہر بات پکار پکار کر رخشندہ کے جرم کی گواہی دے رہی ہے۔'' وارثی جھنجلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ ''جن حالات میں سکندر کا قتل ہوا ہے ذرا ان حالات پر غور کرو اور اعتراف کر لو کہ رخشندہ کے علاوہ کوئی دوسرا قاتل ہو ہی نہیں سکتا۔''
''لیکن مجھے وہ عورت گناہ گار نہیں لگتی۔'' میں نے گمبھیر لہجے میں کہا۔ ''اب بھی میرا دعویٰ ہے کہ اسے پھنسایا جا رہا ہے اس کے پاس تو اپنے شوہر کے قتل کی کوئی وجہ ہی نہیں ہے۔''
''تم سکندر کی اس انشورنش پالیسی کی رقم کو بھول رہے ہو۔'' وارثی بولا۔
''میں نہیں مانتا کہ اس نے پالیسی کی رقم حاصل کرنے کے لیے اپنے شوہر کا خون کیا تھا۔'' میں نے کہا۔ ''قلاش سکندر جمال تھا رخشندہ نہیں تھی۔ وہ خود ایک مال دار عورت ہے۔''
''ہو گی لیکن لالچ بڑی بری بلا ہے اور وہ بھی پیسے کا لالچ۔''
''کچھ بھی ہو۔'' میں بولا۔ ''مجھے رخشندہ لالچی عورت نہیں لگتی۔''
''لاش کی برآمدگی کے بعد بھی تمہارا یہ ہی دعویٰ ہے؟'' وارثی نے پوچھا۔
میں چند لمحوں تک اس کو گھورتا رہا پھر بولا۔ ''کیا لاش کی شناخت قانونی تقاضوں کے مطابق ہو چکی ہے؟''
''کیا مطلب؟''
''مطلب یہ کہ کیا یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ لاش سکندر جمال کی ہی ہے؟''
میں نے پوچھا۔ ''کہیں ایسا تو نہیں کہ سمندر سے برآمد ہونے والی کسی اور کی لاش کو سکندر کی لاش سمجھ لیا گیا ہو؟ اتفاق سے ایسا ہو سکتا ہے۔''
''نہیں ایسا نہیں ہے۔'' وارثی بولا۔ ''جاوید کی رپورٹ کے مطابق اس کی......''
''ہوں'' میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ''تو سکندر گولی لگنے سے مرا ہے؟''

''ہاں۔''
''اور گولی اسے اس کی بیوی رخشندہ نے ماری ہے۔''
''ہاں۔'' وارثی زور سے بولا۔
''تو پھر اس نے گردن میں گولی کیوں ماری؟ اندھیرے میں پانی میں گرے ہوئے آدمی کو قتل کرنے کے لیے اس کی گردن جیسی چھوٹی چیز کو نشانے کے لیے کیوں چنا؟ اتنے فاصلے سے تو اس کا نشانہ چوک بھی سکتا تھا۔'' میں بولا۔
''چوک جاتا تو وہ دوسری گولی چلا دیتی۔'' وارثی بولا۔ ''ریوالور میں پانچ گولیاں اور تھیں ویسے یہ بھی تو ممکن ہے کہ اس نے نشانہ جسم کا لگایا ہو اور گولی گردن میں جا لگی ہو۔ یا نشانہ کھوپڑی کا لگایا ہو اور گولی گردن میں گھس گئی ہو۔''
''تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔'' میں دھیرے سے بولا۔ ''لیکن گولی فاصلے سے چلائی گئی تھی اس وقت گولی چلانے والا اوپر ڈیک پر تھا اور سکندر نیچے پانی میں غوطے کھا رہا تھا۔ پھر وہ گردن کے آر پار کیسے نکل گئی؟''
''اتفاق ہے۔'' وارثی بولا۔ ''گولی کسی ہڈی سے ٹکرائے بغیر نکل گئی ہو۔''
''یار آج تو تم کسی سرکاری وکیل کی طرح سے جواب دے رہے ہو۔'' میں ہنس کر بولا۔ ''میری کوئی بات نہیں مان رہے ہو۔''
''یہ کیس بالکل اوپن ہے بھائی۔'' وارثی بے پروائی سے بولا۔ ''تمہارے اعتراضات کا جواب تو کوئی بچہ بھی دے سکتا ہے۔''
اس کے بعد تھوڑی دیر تک ہم دونوں میں سے کوئی کچھ نہیں بولا۔ پھر اچانک وارثی نے خاموشی کو توڑتے ہوئے انور سے کہا۔ ''تم اس ریسیور کو تو چیک کرا ہی لو اب جب کہ سکندر کی لاش مل گئی ہے تو ان نشانات کو اس کی انگلیوں کے نشانات سے ملانے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ ریسیور پر اس کی انگلیوں کے نشانات ہیں بھی یا نہیں؟''
''او کے۔'' انور نے کہا۔
''وارثی ایک بات اور بتاؤ میں جلدی سے بولا۔ ''تم یقین سے کہہ رہے ہو کہ گولی گردن میں لگ کر آر پار ہوئی ہے؟''
''ہاں۔'' وارثی بولا۔ ''رپورٹ بھی یہ ہی ہے۔''
''اوہ۔''
''کیوں؟''
''کچھ نہیں یوں ہی۔'' میں بولا اور پھر چپ ہو گیا۔
''تمہیں نیلم اور گلزار کی شادی کی خبر تو معلوم ہو گئی ہے نا؟'' تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد وارثی نے پوچھا۔
''تو کیا شادی ہو گئی ان کی؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔
''ہاں کل دوپہر کے بعد۔'' وارثی بولا۔ ''کورٹ میں ہوئی ہے شادی، ہمیں مبارک باد دینے کے لیے جانا چاہیے۔''
''بکومت۔'' میں ذرا اونچی آواز میں بولا۔
''شاید نیلم کو معلوم تھا کہ تم اس کی شادی میں نہیں آؤ گے۔'' وارثی ہنستے ہوئے بولا۔ ''اس لیے مبارک باد وصول کرنے کے لیے اس نے تم پر ایک لاکھ کا دعویٰ کر دیا ہے۔''
''میں کہتا ہوں بکواس بند کرو۔'' میں نے کہا تو وارثی منہ پر ہاتھ رکھ کر پھر بستر پر لیٹ گیا۔

☆☆

شام سے پہلے ہی انور نے اپنی رپورٹ پیش کر دی۔ اس ریسیور پر سکندر کی انگلیوں کے نشانات موجود تھے۔ رپورٹ دیکھنے کے بعد میں خوشی سے چیخ پڑا۔ ''وارثی تم نے دیکھ لیا؟ اب تو مانتے ہو کہ کم سے کم ٹیلی فون کے بارے میں رخشندہ جھوٹ نہیں بول رہی تھی۔ سکندر نے میرے کیبن سے ہی اسے فون کیا تھا۔''
''میں نہیں مانتا۔'' وارثی نے کہا۔
''کیوں؟'' میں نے اسے گھور کر دیکھا۔ ''اگر سکندر نے رخشندہ کو فون نہیں کیا تھا تو میرے کیبن کے فون پر اس کی انگلیوں کے نشانات کیسے آ گئے؟''
''بتاتا ہوں کیسے آئے۔'' وارثی بولا۔ ''میں نے آج دوپہر کے بعد ساگانی سے بات کی تھی اس کا کہنا ہے کہ سکندر اور اس کی بیوی کو پہلے تمہارا والا کیبن دیا گیا تھا لیکن بعد میں اس نے سوچا کہ وہ کیبن دو لوگوں کے لیے چھوٹا پڑ جائے گا۔ اس لیے اس نے ان دونوں کو ایک بڑے کیبن میں شفٹ کر دیا تھا اور وہ سنگل کیبن تمہیں دے دیا تھا اور جس دوران سکندر تمہارے والے کیبن میں تھا اس دوران ممکن ہے اس نے ٹیلی فون استعمال کیا ہو۔ اب بتاؤ ریسیور پر سے اس کی انگلیوں کے نشانات ملنے کی کیا اہمیت رہ جاتی ہے؟''
''یار۔'' میں بڑے بجھے ہوئے لہجے میں بولا۔ ''زندگی میں ایسی دھلائی کبھی بھی نہیں ہوئی۔''
''مگر زندگی میں ایک آدھ بار دھلائی تو ہوتی ہی ہے۔'' وارثی ہنس کر بولا۔
''اچھا چھوڑو۔'' میں بولا۔ ''لاش کی پوسٹ مارٹم رپورٹ اور کیا کہتی ہے؟''
''جاوید کا کہنا ہے کہ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ میں ایک

ایسی بات ہے جو پولیس چھپانے کی کوشش کر رہی ہے۔'' وارثی نے کہا۔

''کیا بات ہے وہ؟''

''پوسٹ مارٹم کرنے والا ڈاکٹر کہتا ہے کہ سکندر کی لاش کے سر کے معائنے سے ایسا لگتا ہے جیسے سر پر کسی بھاری چیز سے چوٹ ماری گئی ہو اور وہ چیز دھار دار نہیں تھی۔ اس لیے کھال نہیں پھٹی ہے بلکہ چوٹ کی وجہ سے سر پر گومڑا ابھر آیا ہے۔''

''ایسا تو اوپر سے سر کے بل پانی میں گرنے سے بھی ہو جاتا ہے۔'' میں بولا۔

''نہیں ہوتا۔'' وارثی بولا۔ ''سر کے بل پانی میں گرنے سے پانی کی چوٹ سر پر لگ تو سکتی ہے لیکن سر پر گومڑ نہیں نکل آتا۔ جب کہ ڈاکٹر کے کہنے کے مطابق یہ چوٹ ایسی ہے جو خاص تاک کر لگائی گئی ہو۔''

''یعنی کسی ڈنڈے سے لاٹھی سے یا ایسی ہی کسی اور چیز سے لگ سکتی ہے؟''

''ہاں۔''

''اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ پہلے کسی نے اس کے سر پر چوٹ مار کر اسے بے ہوش کیا پھر گولی مار دی۔'' میں نے کہا۔

''ممکن ہے۔''

''یہ کام رخشندہ کر سکتی ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''کیوں نہیں کر سکتی؟ ممکن ہے جب اس نے اپنے شوہر کو ڈیک پر اکیلا پایا ہو تو پہلے اس نے پیچھے سے اس کے سر پر وار کیا ہو۔ پھر اسے سمندر میں دھکیل کر گولی مار دی ہو۔'' وارثی نے کہا لیکن جب میں نے جواب میں کچھ نہیں کہا تو وہ فوراً ہی آگے بولا۔ ''اور یہ بھی ممکن ہے کہ سکندر کے سر پر کسی نے بھی وار نہ کیا ہو بلکہ جب وہ سر کے بل پانی میں گرا ہو تو اس وقت پانی میں ہی کوئی لکڑی کا موٹا ٹکڑا موجود ہو۔''

''سب کچھ ممکن ہے۔'' میں جھنجلا کر بولا۔ ''مگر کسی سالے کی نظر میں یہ بات ممکن نہیں ہے کہ رخشندہ اپنے شوہر کی قاتل نہیں ہے۔''

''یار کہیں باسی کڑھی میں ابال تو نہیں آ رہا ہے۔'' وارثی اپنی ایک آنکھ دبا کر مسکراتے ہوئے بولا۔ ''کہیں پرانی محبت زور تو نہیں مار رہی ہے؟''

''کیا مطلب؟''

''تم رخشندہ کے پرانے عاشق تو نہیں رہ چکے ہو؟''

''شٹ اپ۔'' میں غصے میں بولا۔ ''پرسوں سے پہلے تو میں نے اس کی صورت بھی نہیں دیکھی تھی۔''

''کسی پر مر مٹنے کے لیے تو پلک جھپکنے جتنا وقفہ ہی کافی ہوتا ہے۔''

''ابے گدھے وہ شادی شدہ عورت ہے۔'' میں بولا۔

''تو کیا ہوا؟''

''اوروں کے لیے تو کچھ نہ ہو لیکن میرے لیے ہے۔'' میں نے کہا۔ ''میں کسی شادی شدہ عورت سے محبت نہیں کر سکتا۔''

''مگر یار اب تو وہ بیوہ ہے۔'' وارثی مسکراتے ہوئے بولا۔

''مگر مجھے سیکنڈ ہینڈ چیزوں کا بھی شوق نہیں ہے۔''

''تو کیا وہ پھر تمہاری اماں لگتی ہے۔'' وارثی اچانک ہتھے سے اکھڑ گیا اور جھلا کر بولا۔ ''جو تم اس کو بے گناہ ثابت کرنے کے لیے مرے جا رہے ہو؟''

''وہ میری کچھ نہیں لگتی۔'' میں گمبھیر لہجے میں بولا۔ ''لیکن وہ بے گناہ ہے اور اس وقت ساری دنیا میں میرے سوا کوئی دوسرا آدمی نہیں ہے جس کو اس کی بے گناہی پر یقین ہو۔ میں عادت سے مجبور ہوں ان حالات میں ہاتھ پر ہاتھ دھر کر نہیں بیٹھ سکتا۔''

''لیکن تم کچھ بھی تو نہیں کر سکتے۔'' وارثی بولا۔ ''اگر کچھ کر سکتے ہو تو بتاؤ مجھے کیا کر سکتے ہو؟''

''ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن جلد ہی کوئی صورت نکل آئے گی۔'' میں بولا۔

''کبھی کوئی صورت نہیں نکلے گی۔'' وارثی مجھے سمجھانے کے انداز میں بولا۔ ''میرے ناسمجھ بھائی ایک ایک بات پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ اس عورت نے اپنے شوہر کا خون کیا ہے۔ پہلے تم اس کے حق میں دلائل اس امید پر دیے رہے تھے کہ اس کا شوہر مرا نہیں ہے لیکن اب اس کی لاش کی برآمدگی نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ مر چکا ہے۔ اب اگر تم یہ مان کر چلو گے تو تمہیں لگے گا کہ رخشندہ مسلسل جھوٹ بول رہی تھی۔ وہ کہتی ہے کہ آدھی رات کو اس کے شوہر نے لانچ کے اگلے حصے سے اسے فون کیا تھا جو ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ وہاں سے فون نہیں ہو سکتا اور اگر فون تمہارے کیبن سے کیا گیا ہے تو اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ البتہ لانچ پر صرف ایک فائر ہونے کی آواز سنی گئی تھی اور ایک خالی کارتوس والا ریوالور رخشندہ کے ہاتھ میں موجود تھا۔ جس کی نالی سے بارود کی بو آ رہی تھی جو یہ صاف ظاہر کر رہی تھی کہ اس ریوالور سے گولی چلائی گئی ہے پھر وہ یہ بھی کہتی ہے کہ اس نے ڈیک پر اپنے شوہر کو کسی سے لڑتے جھگڑتے بھی دیکھا تھا جو کہ ممکن نہیں ہے۔ وہ کہتی ہے کہ پھر اس کا شوہر پانی میں گر گیا اور اس نے ایک گولی چلنے کی آواز

سنی۔اس نے نیچے جھانک کر دیکھا اور اندر اندھیرا ہونے کے باوجود پانی میں گرے ہوئے اپنے شوہر کو پہچان بھی لیا۔ اس کے کہنے کے مطابق وہ پانی میں ہاتھ پاؤں مار رہا تھا اور اسے پکار بھی رہا تھا۔ یار سہیل ذرا سوچو جس آدمی کی گردن میں گولی لگی ہو اور گولی سے جس کی سانس کی نالی بھی کٹ گئی ہو کیا وہ پانی میں ہاتھ پاؤں مارنے اور زور زور سے کسی کو پکارنے کے قابل رہ سکتا ہے؟ اس پر تو فوراً بے ہوشی طاری ہو گئی ہو گی اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد اس کی جان نکل گئی ہو گی۔ سکندر جمال کی لاش ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ گولی لگنے کے بعد ہاتھ پاؤں ہلانا تو دور رہا وہ ہل بھی نہیں سکا ہوگا۔"

میں وارثی کی یہ لمبی چوڑی دلیل سن کر بھی چپ رہا پھر ایک نیا سگریٹ سلگا کر اس کا دھواں چھوڑتے ہوئے بولا۔ "اور تم اس بھیگے ہوئے کمبل اور جوتوں کے بارے میں کیا کہتے ہو جو نیلم کے گیراج میں پڑے تھے؟"

"ان کے بارے میں مجھے کیا کہنا ہے؟" وارثی بولا۔ "نیلم تمہیں ان کی کہانی سنا چکی ہے۔ گیلے جوتے گلزار کے ہیں جو اس کے پانی میں گرنے کی وجہ سے بھیگ گئے تھے اور کمبل میں انہوں نے برف رکھی ہوئی تھی۔ مارننگ نیوز میں چھپی تصویریں بھی اس کی تائید کرتی ہیں ایک تصویر میں تو کمبل کے اوپر رکھی ہوئی برف بھی صاف نظر آرہی ہے۔"

"پھر بھی کہیں کوئی گڑبڑ ضرور ہے۔" میں سر کھجاتا ہوا بولا۔

"کیا گڑبڑ ہے؟" وارثی نے مجھے خونخوار نظروں سے گھورا۔ "عجیب آدمی ہو تم۔"

"وہ تو میں ہوں۔" میں نے اس کے غصے کو تیز کرنے کے لیے مسکرا کر کہا۔

"اب تم یہ بھی سن لو کہ نیلم کی ماں آٹھ بجے والی ٹرین سے ہی پہنچی تھی۔ نیلم اسے لینے اسٹیشن پر گئی تھی۔" وارثی نے بتایا۔ "میرے آدمیوں کی رپورٹ کے مطابق بعد میں دونوں ماں بیٹی نیلم کی خالہ کے گھر جمشید روڈ گئی تھیں۔ اس بارے میں نیلم نے جو کچھ بھی کہا تھا اس کا ایک ایک لفظ بالکل سچ ہے۔"

"اور؟"

"اور یہ کہ سکندر جمال کی زندگی میں کوئی اور عورت نہیں تھی وہ نیلم کے ہی چکر میں تھا۔ جہاں اس کی دال نہیں گلی تھی۔" وارثی بولا۔ "اب چونکہ اس کی لاش برآمد ہو گئی ہے اس لیے تمہاری تھیوری کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہے۔ سکندر کا کوئی ساتھی یا مددگار نہیں تھا۔"

"ہو سکتا ہے۔" میں بولا "گلزار کے بارے میں کچھ پتا چلا؟"

"ہاں ایک ایسی بات کا پتا چلا ہے کہ....." وارثی بولتے بولتے ذرا ٹھہر گیا پھر ہچکچاتے ہوئے آگے بولا۔ "وہ بات اس کے بیان سے میل نہیں کھاتی۔"

"کیا بات ہے وہ؟" میں نے پوچھا۔

"اس نے کہا تھا کہ پرسوں صبح سے پہلے سکندر سے کبھی نہیں ملا تھا۔ لیکن اب کچھ ایسے ثبوت ملے ہیں جس سے پتا چلتا ہے کہ وہ سکندر کو بہت پہلے سے جانتا تھا۔" وارثی بولتا گیا۔ "اور اس سے پتا چلتا ہے کہ گلزار سکندر کو عرصے سے جانتا تھا۔"

"تو پھر اس نے جھوٹ کیوں بولا؟"

"یہ کوئی اتنی اہم بات نہیں ہے۔" وارثی نے کہا۔ "کئی بار آدمی کیس سے بچنے کے لیے اس طرح کے چھوٹے موٹے جھوٹ بول دیتا ہے۔ شاید اس نے سوچا ہو کہ پرانی واقفیت کی بات سن کر پولیس خواہ مخواہ اسے پریشان کرے گی۔"

"میرا خیال ہے تم گلزار کو اور ٹٹولو۔" میں بولا۔ "کیا پتا وہ دونوں گہرے دوست رہے ہوں۔"

"اس سے فائدہ؟"

"فائدہ بعد میں سوچیں گے۔" میں نے کہا اور تب ہی ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی وارثی نے ریسیور اٹھا لیا اور تھوڑی دیر تک دوسری طرف کی بات سنتا رہا پھر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور بولا۔ "میرے ایک آدمی نے رپورٹ دی ہے۔"

"کیا؟"

"رخشندہ نے پولیس کو ایک نئی بات بتائی ہے۔ اس نے کہا ہے کہ اس کے گھر میں پانچ پانچ سو کے نوٹوں میں پورے دو لاکھ روپے موجود تھے۔ وہ روپے سکندر کے ساتھ ساگانی کی پارٹی میں جانے سے پہلے بھی گھر پر رکھے تھے۔"

"تو پھر؟"

"وہ روپے غائب ہیں۔" وارثی بولا۔ "پولیس نے اس کے فلیٹ کی تلاشی لی تھی لیکن روپے وہاں سے غائب تھے۔"

"کہاں گئے؟" میں نے پوچھا۔ "کیا اس فلیٹ میں وہ دونوں میاں بیوی ہی رہتے تھے؟"

"ہاں۔"

"ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ فلیٹ خالی دیکھ کر کوئی چور آ گھسا ہو؟" میں نے کہا۔

"ایسا نہیں ہو سکتا۔" وارثی پورے یقین سے بولا۔ "ایسا ہوا ہوتا تو پولیس کی تفتیش میں یہ بات چھپی نہیں رہ سکتی تھی۔ گھر میں اور بھی قیمتی سامان تھا اور اس نقد رقم کے پاس رخشندہ کے زیورات بھی رکھے ہوئے تھے اگر کوئی چور آیا ہوتا تو وہ کم از کم

زیور تو نہ چھوڑتا۔"
"زیور وہاں موجود ہیں؟"
"ہاں۔"
"کہیں وہ روپے سکندرا اپنے ساتھ نہ لے گیا ہو؟" میں بولا۔
"کہاں؟ لانچ پر؟" وارثی نے پوچھا۔ "اگر لے گیا ہوتا تو روپے غائب کہاں ہو گئے؟ پولیس نے لانچ کی بھی دوبارہ تلاشی لی تھی اس کے کیبن سے بھی ایسی کوئی رقم برآمد نہیں ہوئی تھی۔"
"کیا ایسا نہیں ہوسکتا ہے کہ انسپکٹر زمان خان کے کسی کانسٹیبل نے یہ کام دکھایا ہو اور انسپکٹر کو اس کی خبر نہ ہو؟" میں نے کہا۔
"ایسی امید تو نہیں ہے۔" وارثی بولا۔ "کیونکہ ایسے معاملات میں انسپکٹر زمان خان بہت سخت آدمی ہے۔ اس کی موجودگی میں اس کا کوئی آدمی یہ کام کرنے کی ہمت بھی نہیں کر سکتا۔"
"مگر ایسا ہو تو سکتا ہے۔" میں بولا۔
"ہاں ہونے کو کیا نہیں ہوسکتا۔" وارثی برا سا منہ بنا کر بولا۔ "مگر ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ رخشندہ گناہ گار نہیں ہے۔"
میں وارثی کی اس بات پر کھل کھلا کر ہنس پڑا اور ہنستے ہوئے ہی بولا۔ "ابھی تم مجھ سے پوچھ رہے تھے کہ اس کی شادی سے پہلے میری اس سے یاری تو نہیں تھی اور اب میں تم سے پوچھ رہا ہوں کہ اس کی شادی سے پہلے تمہاری اس سے دشمنی تو نہیں تھی؟"
"تمہاری یہ تھیوری بھی غلط ہے۔" وارثی سنجیدگی سے بولا۔ "کیونکہ کسی بھی خوب صورت عورت سے میری دشمنی نہیں ہوسکتی۔"
"شاید وہ تمہاری امیدوں پر کھری نہ اتری ہو اور تمہیں دھتکار کر چلی گئی ہو؟" میں مسکراتے ہوئے بولا۔
"ایسا نہیں ہوسکتا۔" وارثی بولا۔ "ہم تو برے کے گھر تک پہنچنے والے ہیں۔ اگر کوئی عورت میری امید پر پوری نہ اترے تو کیا میں اس کا پیچھا چھوڑ دوں گا اور پھر میں تمہاری طرح بے وقوف تھوڑی ہوں جو شادی شدہ اور کنواری میں تمیز رکھوں؟ خوب صورت عورت پہلے ہوتی ہے کنواری یا شادی شدہ بعد میں۔ خوب صورت عورت کا درجہ تاج محل جیسا ہوتا ہے جس کی خوب صورتی کا مزہ لینے کا ہر کسی کو برابر کا حق ہوتا ہے وہ کسی ایک......"
"تم بہک رہے ہو۔" میں اس کی بات کاٹ کر بولا۔ "اگر تمہاری اس خوب صورت عورت سے کوئی دشمنی نہیں ہے تو پھر تم کیوں اسے مجرم ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہو؟"
"غلط۔" وارثی گمبھیر لہجے میں بولا۔ "میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"
"تو پھر کیوں اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہو؟"
"میں اس کے پیچھے نہیں پڑا ہوں۔" وارثی بولا۔ "اس کے کرتوت اس کے پیچھے پڑنے ہیں اس کا مقدر اس کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔"
"اچھا چھوڑو۔" میں بولا۔ "یہ بتاؤ رخشندہ کا کوئی عزیز کوئی رشتہ دار ہے؟"
"اس شہر میں کوئی نہیں ہے۔" وارثی نے کہا۔ "اسلام آباد میں اس کا ایک بھائی ہے جسے پولیس نے اطلاع کردی ہے۔"
"کیا وہ یہاں پہنچ گیا؟" میں نے پوچھا۔
"ابھی نہیں۔"
"رخشندہ کیا حوالات میں ہے؟"
"کل اسے سینٹرل جیل بھیج دیا گیا ہے۔" وارثی بولا۔ "کیوں پوچھ رہے ہو؟"
"کچھ نہیں یوں ہی۔" میں بولا اور سگریٹ کا پیکٹ ٹٹولنے لگا۔

☆☆

ایک ٹیکسی پر سوار ہو کر میں سینٹرل جیل پہنچا اور جیل وارڈن سے اپنا تعارف رخشندہ سکندر کے بھائی طارق خان کی حیثیت سے کرایا۔ کافی دیر بحث کرنے کے بعد وارڈن نے مجھے رخشندہ سے پندرہ منٹ کی ملاقات کی اجازت دے دی یہ اچھی بات تھی کہ رخشندہ کا بھائی ابھی تک اسلام آباد سے یہاں نہیں پہنچا تھا۔ ورنہ میری پول کھل جاتی۔ مجھے ملاقاتی کے کمرے میں بٹھانے کے بعد ایک لیڈی کانسٹیبل رخشندہ کو لے کر آ گئی اور اسے میرے سامنے بٹھا کر دروازے کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔ رخشندہ بڑی حیرت بھری نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس سے پہلے کہ اس کے منہ سے کوئی آواز نکلتی میں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا اور دھیرے سے بولا۔ "مجبوراً مجھے یہاں آپ کا بھائی بن کر آنا پڑا ہے اگر بعد میں پوچھا جائے تو آپ کو بھی یہ ہی بتانا ہے او کے؟"
رخشندہ نے اثبات میں سر ہلا دیا تو میں نے اسے دھیمے لہجے میں کہا۔ "میں آپ کی مدد کرنا چاہتا ہوں آپ کا ہمدرد ہوں اس لیے میں جو کچھ پوچھوں اس کا بالکل صحیح جواب مجھے دیجیے گا۔" جواب میں وہ خاموش رہی تو میں نے پوچھا۔ "کیا آپ

نے واقعی اپنے شوہر کو قتل کیا ہے؟''

''نہیں۔'' وہ دھیرے سے بولی۔

''اگر یہ درست ہے تو آپ بالکل بے فکر ہو جائیے۔'' میں بولا۔ ''آپ کا بال بھی بیکا نہیں ہوگا۔ اپنے چہرے سے مایوسی کے بادلوں کو ہٹا دیجیے۔ سچ کو کوئی آنچ نہیں آتی۔ سچ کی ہمیشہ جیت ہوتی ہے دیر ضرور ہوتی ہے لیکن اندھیر نہیں ہوتی اگر آپ بے قصور ہیں تو آپ جلد ہی یہاں سے باہر ہوں گی۔''

''مجھے امید نہیں ہے۔'' وہ انتہائی مایوس لہجے میں بولی۔ ''میں ایک بے سہارا عورت ہوں میرا کوئی مددگار نہیں ہے کسی کو میری بات پر یقین نہیں آتا اور حالات بڑی مضبوطی سے اس جانب اشارہ کر رہے ہیں کہ قتل میں نے کیا ہے۔''

''مجھے اپنا ہمدرد اپنا دوست سمجھیے۔'' میں اس کی ڈھارس بندھاتے ہوئے بولا۔ ''مجھے آپ کی بات پر یقین ہے اور ابھی حالات ایسا کوئی اشارہ نہیں کر رہے ہیں کہ آپ نے قتل کیا ہے۔''

''مثلاً'' اس نے پر امید نظروں سے میری طرف دیکھا۔

''ابھی تفصیل بتانے کا وقت نہیں ہے۔'' میں جلدی سے بولا۔ ''وقت کم ہے اور مجھے چند ضروری باتیں پوچھنا ہیں۔''

''کیا پوچھنا ہے آپ کو؟''

''کیا آپ کو پورا یقین ہے کہ جس آدمی کو آپ نے ڈیک پر ریلنگ کے پاس دیکھا تھا وہ آپ کا شوہر سکندر جمال ہی تھا؟'' میں نے پوچھا۔ ''جو آدمی سمندر میں گرا تھا وہ آپ کا شوہر ہی تھا؟''

''ہاں وہ سکندر ہی تھا۔'' رخشندہ نے دھیمی آواز میں کہا۔

''آپ نے اس کا چہرہ دھیان سے دیکھا تھا؟''

''اس وقت نہیں دیکھ سکی تھی جب وہ ڈیک پر تھا۔'' رخشندہ نے کہا۔ ''لیکن جب میں بھاگ کر ریلنگ کے قریب پہنچی تو اس وقت تک وہ پانی میں گر چکا تھا۔ میں نے اوپر سے نیچے پانی میں جھانکا تو میں نے اس کی صورت دیکھی تھی۔''

''آپ نے ٹھیک سے اپنے شوہر کو پہچان لیا تھا؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں۔''

''آپ نے اس کی آواز بھی سنی تھی؟''

''ہاں۔''

''اس وقت وہ پانی میں کس پوزیشن میں تھا؟ پیٹھ کے بل تھا یا سینے کے بل؟''

''وہ پانی میں پیٹھ کے بل تھا اور بری طرح ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔'' رخشندہ نے بتایا۔ ''اگر وہ سینے کے بل پانی میں ہوتا تو میں اس کا چہرہ نہیں دیکھ پاتی۔''

''آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں یعنی کہ اس وقت اس کا چہرہ اوپر کی طرف تھا۔'' میں بولا۔

''کیا آپ کو اس کی گردن بھی دکھائی دے رہی تھی؟''

''مسٹر سہیل اس کا چہرہ اور گردن......'' رخشندہ نے کہا تو میں نے اسے فوراً روک دیا اور دھیرے سے بولا۔ ''سہیل نہیں......طارق......''

''سوری۔'' وہ سنبھل کر بولی۔ ''چہرہ اور گردن ایک ساتھ کیسے دکھائی دیتے؟''

''یہ بات آپ کے حق میں ہے۔'' میں بولا۔ ''پوسٹ مارٹم کی رپورٹ بتاتی ہے کہ گولی اس کی گردن میں لگی تھی لیکن جو حالات آپ بتا رہی ہیں ان حالات میں تو آپ گردن پر گولی مار ہی نہیں سکتی تھیں۔''

''لیکن یہ کوئی اہم بات نہیں ہے۔'' رخشندہ نے کہا۔ ''پولیس والے تو ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ گئے ہیں وہ اس بات کو کوئی اہمیت نہیں دیں گے۔''

''اب یہ بتائیے جب آپ اوپر سے نیچے دیکھ رہی تھیں تو کیا اس وقت ریوالور آپ کے ہاتھ میں تھا؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں کیونکہ سکندر نے مجھے فوراً ریوالور لے کر آنے کے لیے کہا تھا۔'' رخشندہ نے کہا۔ ''میں نے ریوالور اٹھایا اور کپڑے بدلے بغیر ہی ڈیک کی طرف دوڑ پڑی تھی۔''

''آپ نے ریوالور کا چیمبر کھول کر دیکھا تھا؟'' میں نے پوچھا۔

''جی نہیں میرے ذہن میں ایسا کوئی خیال ہی نہیں آیا۔''

''آپ کے شوہر نے زندگی اور موت کی بات کہہ کر ریوالور منگوایا تھا۔'' میں بولا۔ ''اس لیے کم از کم آپ کو دیکھنا تو چاہیے تھا کہ وہ خالی ہے یا بھرا ہوا ہے۔''

''مجھے ایسا کچھ کرنے کا خیال ہی نہیں آیا۔'' رخشندہ نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''لیکن ریوالور بھرا ہوا ہوگا جب ہی تو اس نے منگوایا تھا۔''

''یعنی آپ کو نہیں معلوم تھا کہ جب آپ نے ریوالور ہاتھ میں لیا تب اس میں کتنی گولیاں تھیں؟ آپ کو یہ بھی نہیں معلوم کہ اس میں کوئی خالی کارتوس بھی تھا؟''

''مجھے نہیں معلوم۔'' رخشندہ گھبرائی ہوئی آواز میں بولی۔ ''مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ میں گولی اور خالی کارتوس میں تمیز بھی کر سکتی ہوں یا نہیں؟ مجھے تو یہ بھی ابھی معلوم ہوا کہ گولی چل جانے کے بعد خالی کارتوس ریوالور میں ہی رہ جاتا ہے بھلا مجھے کیا معلوم تھا کہ میرے شوہر کا قتل ہو جائے گا اور اس

کے قتل کا الزام مجھ پر آجائے گا؟''

''آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔'' میں نے کہا۔ ''آپ کے بے گناہ ہونے میں اسی بات کی بہت اہمیت ہے ورنہ جب کوئی شخص قتل جیسا بھیانک جرم کرتا ہے تو اپنے بچاؤ کا ہر انتظام پہلے سے کر کے رکھتا ہے جب کہ آپ کے معاملے میں تو ہر بات آپ کے خلاف جارہی ہے اور میں کسی قاتل سے اتنی بے وقوفی کی امید نہیں رکھتا۔'' میری اس بات کے جواب میں وہ کچھ نہیں بولی۔ پھر چند لمحوں بعد میں ہی بولا۔ ''پوسٹ مارٹم کی رپورٹ سے معلوم ہوا ہے کہ موت سے پہلے آپ کے شوہر کے سر پر گہری چوٹ ماری گئی تھی۔ کیا آپ نے ایسا کوئی منظر دیکھا ہے؟''

''نہیں۔'' وہ بولی۔ ''میں نے ایسا کچھ نہیں دیکھا۔''

''آپ اپنے شوہر کو جب آپ نے اوپر سے دیکھا تھا تو کیا وہ پانی میں اکیلا تھا؟'' میں نے پوچھا۔

''کیا مطلب؟'' رخشندہ نے چونک کر میری طرف دیکھا۔

''مطلب یہ کہ پانی میں ہاتھ پاؤں مارتے وقت وہ اکیلا ہی تھا یا آپ نے اس کے آس پاس کسی اور کو بھی دیکھا تھا؟''

''نہیں وہاں اور کوئی نہیں تھا۔'' رخشندہ بولی۔

''شاید کوئی شخص آپ کی نظر سے بچ کر لانچ کے پیندے سے چپکا ہوا ہو؟'' میں نے کہا۔

''نہیں مجھے یقین ہے کہ اس وقت پانی میں میرے شوہر کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا۔'' رخشندہ بولی۔

''آپ نے گولی چلنے کی آواز کب سنی تھی؟'' میں نے پوچھا۔ ''ریلنگ پر پہنچنے اور نیچے جھانکنے کے بعد؟''

''نہیں اس سے پہلے۔'' رخشندہ نے کہا۔ ''ریلنگ پر پہنچنے سے پہلے گولی کی آواز میں نے اپنے شوہر کے ریلنگ سے الٹ کر گرنے کے فوراً بعد سنی تھی۔''

''آئی سی۔'' میں پلکیں جھپکاتے ہوئے بولا۔ ''تو آپ اس کے بعد ریلنگ پر پہنچی تھیں اور اپنے شوہر کو پانی میں ہاتھ پاؤں مارتے دیکھا تھا؟''

''جی ہاں۔''

''کہیں آپ کو غلط فہمی نہ ہوئی ہو۔'' میں بولا۔ ''ممکن ہے وہ پانی میں ہاتھ پاؤں نہ مار رہا ہو بلکہ پانی کی زوردار لہروں کی وجہ سے اس کا جسم ہل رہا ہو؟''

''نہیں۔'' رخشندہ نے پورے یقین سے کہا۔ ''وہ پانی میں بری طرح زور زور سے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔''

''لیکن جس آدمی کی گردن میں گولی لگی ہو وہ بھلا ایسا کیسے کر سکتا ہے؟''

میرے اس سوال پر رخشندہ نے چونک کر مجھے بڑی حیرت سے دیکھا اور پھر بولی۔ ''کہیں آپ مجھے اپنا بیان بدلنے کی رائے تو نہیں دے رہے ہیں؟''

''میں آپ کو صرف سچ بولنے کی رائے دے رہا ہوں۔'' میں نے کہا۔ ''آپ وہی کہیے جو حقیقت ہے۔''

''حقیقت یہی ہے کہ میں نے اپنے شوہر کو پانی میں ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے دیکھا تھا۔'' وہ بولی۔

''بالکل ٹھیک۔'' میں بولا۔ ''اب یہ بتایئے کہ کیا وہ ریوالور جسے لے کر آپ ڈیک پر گئی تھیں کیا وہ آپ کے شوہر کا ہی تھا اور اس کا لائسنس ان کے پاس تھا؟''

''جی ہاں وہ ریوالور میرے شوہر کا تھا۔'' رخشندہ نے کہا۔ ''لیکن اس کے لائسنس کے بارے میں مجھے کوئی علم نہیں میں ایسی باتوں میں کبھی دلچسپی نہیں لیتی تھی۔''

''کیا آپ کو معلوم تھا کہ وہ سلیم ساگانی کی لانچ پر ریوالور ساتھ لے آیا ہے؟''

''نہیں ریوالور کے بارے میں تو مجھے اس وقت علم ہوا جب اس نے میرے کیبن میں فون کر کے مجھ سے ریوالور لے کر ڈیک پر آنے کے لیے کہا تھا۔'' رخشندہ نے کہا۔ ''اس سے پہلے مجھے ریوالور کے بارے میں کچھ پتا نہیں تھا۔''

''لیکن اس پارٹی میں ریوالور ساتھ لے جانے کی کوئی تو وجہ ہوگی۔'' میں بولا۔

''اگر کوئی وجہ رہی ہوگی تو اس کو معلوم ہوگی۔'' رخشندہ نے جواب دیا۔

''کیا اس روز لانچ پر اس کا کوئی دشمن تھا؟'' میں نے پوچھا۔ ''کیا وہ کسی سے خوف زدہ تھا؟''

''مجھے نہیں معلوم۔''

''آپ نے اپنے شوہر کو آخری بار کب ریوالور استعمال کرتے دیکھا تھا؟'' میں بولا۔

''وہ پیر کی رات تھی۔'' رخشندہ نے کہا۔ ''وہ آدھی رات کو اٹھ کر ریوالور میں گولیاں بھر رہا تھا اتفاق سے میری آنکھ بھی کھل گئی تھی اور میں نے اسے ایسا کرتے دیکھ لیا تھا۔''

''آپ نے کچھ پوچھا نہیں کہ وہ آدھی رات کو ایسا کیوں کر رہا ہے؟''

''جی نہیں جس طرح کے بوجھل بوجھل تعلقات میرے اپنے شوہر کے ساتھ تھے۔ ان حالات میں نہ تو میرا کچھ پوچھنے کو جی چاہتا تھا اور نہ ہی مجھے کوئی درست جواب ملنے کی توقع تھی۔''

''آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے فلیٹ میں جو دو لاکھ روپے کی رقم رکھی تھی۔ وہ غائب ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں پولیس نے مجھے بتایا تھا۔'' وہ بولی۔

''وہ روپے آپ کے تھے؟''

''ہاں۔'' رخشندہ نے کہا۔ ''میرے تھے اور میرے شوہر کا بھی اس رقم پر کوئی حق نہیں تھا۔''

''لیکن اتنی بڑی رقم آپ نے گھر میں کیوں رکھی تھی؟''

میرا یہ سوال سن کر رخشندہ کے چہرے پر ہچکچاہٹ کے آثار نمایاں ہوئے تو میں نے فوراً ہی کہا۔ ''اگر آپ جواب دینا نہیں چاہتیں تو میں ضد نہیں کروں گا۔''

''نہیں نہیں یہ بات نہیں ہے۔'' وہ جلدی سے بولی۔ ''دراصل اس بارے میں ابھی تک مَیں نے کسی سے بات نہیں کی ہے۔ پولیس نے بھی اس رقم کے بارے میں بہت پوچھا تھا لیکن میں نے انہیں بھی نہیں بتایا۔''

''لیکن رقم کے بارے میں پولیس کو کیسے معلوم ہوا؟'' میں نے پوچھا۔

''میں نے بتایا تھا۔'' رخشندہ نے کہا۔ ''جب وہ فلیٹ کی تلاشی لینے گئے تھے تو مجھے ساتھ لے کر گئے تھے۔ ایک ایک چیز اور ایک ایک جگہ میرے سامنے ٹٹولی گئی تھی تب میں نے انہیں بتایا کہ یہاں دو لاکھ روپے بھی موجود تھے جو غائب ہیں۔''

''آپ یہ بتانے والی تھیں کہ وہ رقم آپ نے گھر میں کیوں رکھی تھی۔'' میں نے اسے یاد دلایا۔

''ہاں۔'' وہ بولی۔ ''وہ رقم ان شیئرز کی تھی جو میں نے اسی روز بیچے تھے۔''

''کیوں؟''

''کیونکہ میں فوراً یہ شہر چھوڑ کر جانے والی تھی۔'' رخشندہ نے کہا۔ ''اس فلیٹ کو اور شوہر کو چھوڑ کر۔''

''تو کیا آپ اپنے شوہر سے خوف زدہ تھیں؟'' میں نے پوچھا۔

''یہ ہی سمجھ لیجیے۔''

''خیر چھوڑیئے۔'' میں بولا۔ ''اب یہ بتائیے وہ روپے گئے کہاں؟''

''کیا پتا کہاں گئے۔''

''آپ کے شوہر نے لیے ہوں کیا ایسا ہوسکتا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''کیسے ہوسکتا ہے؟ ہم دونوں گھر سے ساتھ نکلے تھے اس وقت روپے گھر میں ہی تھے۔ ہم خالی ہاتھ لانچ پر گئے تھے۔'' رخشندہ نے بتایا۔

''رات وہاں گزارنے کا تو کوئی پروگرام ہی نہیں تھا لیکن جب ساگانی صاحب نے روک لیا تو رات کو بدلنے کے لیے کپڑے بھی ہمیں انہوں نے ہی دیئے تھے اگر وہ روپے سکندر کے پاس ہوتے تو وہ کہاں چلے گئے خاص طور پر اس کے قتل کے بعد؟''

''فلیٹ سے آپ دونوں سیدھے ہی سلیم ساگانی کی لانچ پر گئے تھے؟''

''جی ہاں۔'' رخشندہ نے کہا۔ ''اس درمیان ایک لمحے کے لیے بھی وہ کہیں نہیں رکا تھا میں ہر لمحہ اس کے ساتھ تھی۔''

''ہر لمحہ؟'' میں نے غور سے اس کی طرف دیکھا تو وہ ہچکچا گئی پھر مجھے گھورتی ہوئی بولی۔ ''کیوں؟''

''یوں ہی۔'' میری آنکھیں اس کے چہرے کو ٹٹول رہی تھیں۔

''ہاں یاد آیا۔'' وہ اچانک ہی بولی۔ ''جب ہم فلیٹ سے اتر کر نیچے سڑک پر آگئے تو سکندر تھوڑی دیر کے لیے واپس فلیٹ میں گیا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ میں ٹیکسی روک کر بیٹھوں وہ ابھی آتا ہے۔''

''وہ کیوں فلیٹ پر جانا چاہتا تھا؟'' میں نے پوچھا۔

''کہتا تھا فلیٹ کی بتی جلی رہ گئی ہے۔''

''کیا واقعی؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں۔'' رخشندہ نے کہا۔ ''جلی ہوئی لائٹ کی روشنی باہر کی کھڑکی سے دکھائی دے رہی تھی۔''

''کیا پتا اس دوران اس نے آپ کے روپے ہتھیا لیے ہوں۔''

''اول تو اسے ان روپوں کے بارے میں خبر ہی نہیں تھی۔'' رخشندہ نے کہا۔ ''اور اگر اسے خبر تھی اور وہ روپے اس نے ہتھیائے تھے تو وہ روپے گئے کہاں؟ دو گڈیاں پانچ سو کے نوٹوں کی تھیں اور سو سو کے نوٹ کی دس گڈیاں اگر اتنے بنڈل اس نے جیبوں میں چھپائے ہوتے تو مجھے معلوم ہو جاتا۔''

''ضروری نہیں۔'' میں بولا۔ ''تھری پیس سوٹ میں کئی جیبیں ہوتی ہیں جن میں آسانی سے روپے چھپائے جاسکتے تھے۔''

''ٹھیک ہے مان لیا۔'' رخشندہ نے کہا۔ ''لیکن جو سوٹ اس کے جسم پر تھا اس میں وہ کہیں بھی چھپا نہیں سکتا تھا۔''

''کیا مطلب؟''

''مطلب یہ کہ اس کے بعد وہ ہر لمحہ میری آنکھوں کے سامنے ہی رہا ہے۔'' رخشندہ بولی۔ ''لانچ میں اس نے وہ

سوٹ میری آنکھوں کے سامنے اتارا تھا کیا تب بھی مجھے پتا نہ چلتا کہ سوٹ کی جیبوں میں نوٹوں کی گڈیاں اور ایک ریوالور بھی تھا؟"

"آپ کے شوہر نے آپ سے ریوالور زندگی اور موت کا سوال ہے کہہ کر منگوایا تھا۔ کیا آپ نے ڈیک پر اسے کسی سے ہاتھا پائی کرتے ہوئے دیکھا تھا۔" میں نے پوچھا۔ "کیا پتا اس نے وہ رقم اس آدمی کو دے دی ہو یا پھر اس آدمی نے زبردستی رقم اس سے چھین لی ہو؟"

"اگر ایسی بات ہے تو پھر وہ آدمی تھا کون؟" رخشندہ نے گمبھیر لہجے میں کہا۔ "لانچ میں جو لوگ بھی موجود تھے ان میں سے کسی کے ساتھ سکندر کی عداوت نہیں تھی۔"

"کیا پتا کسی نے رقم کے لالچ میں ہی سکندر کا قتل کیا ہو؟" میں بولا۔ "کسی کو معلوم ہو گیا ہو کہ اس کے پاس دو لاکھ روپے موجود ہیں اور....."

"کیسی بات کرتے ہیں آپ؟" رخشندہ میری بات کاٹ کر درمیان میں ہی بول پڑی۔ "کسی اور کو رقم کے بارے میں معلوم ہو گیا ہو لیکن مجھے ہی نہیں معلوم جو ہر پل اس کے ساتھ تھی۔ یہ بھلا کیسے ہو سکتا ہے؟"

"خیر جانے دیجیے۔" میں ہاتھ ہلا کر بولا۔ "یہ بات اتنی اہم نہیں ہے کہ رقم کہاں گئی جب دوسری باتوں کا پتا لگ جائے گا تو یہ بات بھی ظاہر ہو جائے گی اب ذرا اس انشورنس پالیسی کے بارے میں بتائیے جو آپ کے شوہر نے آپ کے حق میں کرایا تھا۔"

"کیا مطلب؟" رخشندہ نے حیرت سے میری طرف دیکھا۔

"پہلی بات تو یہ کہ آپ دونوں میں نبھتی نہیں تھی دوسری بات یہ کہ وہ ایک آئیڈیل شوہر نہیں تھا۔" میں بولا۔ "پھر یکایک وہ آپ پر اتنا مہربان کیسے ہو گیا کہ آپ کے حق میں اس نے اتنی بڑی رقم کا بیمہ بھی کرالیا؟"

"معلوم نہیں۔" وہ بولی۔ "مجھے اب خود یہ بات عجیب سی لگ رہی ہے۔" تب ہی دروازے پر کھڑا ہوا جیل کا سپاہی اندر جھانک کر بولا۔ "چلیے جناب ملاقات کا وقت ختم ہو گیا ہے۔"

میں اٹھ کھڑا ہوا اور بولا۔ "ابھی جو باتیں میرے اور آپ کے درمیان ہوئی ہیں انہیں میں اگر اپنے اخبار میں چھاپ دوں تو آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا؟"

"جی مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

"شکریہ۔" میں جاتے جاتے بولا۔ "میں چلتا ہوں لیکن آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ بہت جلد آپ آزاد ہوں گی۔ اخبار کی آواز میں بڑی طاقت ہوتی ہے۔ بہت ممکن ہے کہ میں خود کوئی کراماتی بات ڈھونڈ نکالنے میں کامیاب ہو جاؤں کہ جس کی وجہ سے پولیس آپ کو رہا کرنے پر مجبور ہو جائے۔" رخشندہ نے میری اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا البتہ وہ پرامید نظروں سے مجھے دیکھتی رہی تھی۔

☆☆

کوئی کرامت نہیں ہوئی۔ میری تمام کوششیں دیوار سے ٹکرانے جیسی ثابت ہوئیں اخبار دی ٹائم نے رخشندہ کی بے گناہی کے بہت راگ الاپے لیکن پولیس افسران کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی اور میں اپنی جگہ سے ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھ سکا۔ اس دوران میں مجھے بیرسٹر مہتاب کی جانب سے ملنے والے نوٹس نے مقدمے کی صورت اختیار کر لی۔ مجھے عدالت سے سمن مل گیا کہ میں آئندہ بدھ کی صبح عدالت میں پیش ہو جاؤں۔ حالات کی اتنی زبردست مار مجھ پر کبھی نہیں پڑی تھی۔

پھر رہی سہی کسر بھی اس وقت پوری ہو گئی جب میں پریس کلب کے دفتر میں وارثی کے ساتھ بیٹھا تھا کہ چپراسی نے آکر بتایا کہ کوئی مجھ سے ملنے آیا ہے تھوڑی دیر بعد وکیلوں جیسا کالا کوٹ پہنے ایک ادھیڑ عمر شخص نے اندر قدم رکھا اس کے ہاتھ میں ایک بریف کیس تھا اس نے مجھ سے ہاتھ ملانے کے بعد اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ "میں بیرسٹر مہتاب ہوں۔"

"اوہ۔" میں دھیرے سے بولا۔ "تشریف رکھیے۔"

"شکریہ۔" کہہ کر جب وہ بیٹھ گیا تو میں نے کہا۔ "مس نیلم نے جو کیس مجھ پر کیا ہے شاید آپ اس کے وکیل ہیں۔"

"جی ہاں۔" بیرسٹر مہتاب نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اور اب رخشندہ صاحبہ کا بھی وکیل میں ہی ہوں۔"

"کیا؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔ "مگر رخشندہ کے کیس کی پیروی تو ایاز اینڈ کمپنی کے ایاز صاحب کو کرنی ہے۔"

"لیکن اب نہیں۔" بیرسٹر مہتاب نے کہا۔

"تو آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ رخشندہ نے اپنا وکیل بدل لیا ہے؟" میں نے کہا۔ "اس نے آپ کو وکیل مقرر کیا ہے۔"

بیرسٹر مہتاب نے کہا۔ "رخشندہ صاحبہ بیرسٹر ایاز کے کام سے مطمئن نہیں تھیں ان کا خیال تھا کہ وہ اچھی طرح ان کا ڈیفنس نہیں کر سکتے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں بولا۔ "فرمائیے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"میں آپ کے پاس اس لیے آیا ہوں کہ آپ رخشندہ کے

بارے میں اپنے اخبار میں جو کچھ چھاپ رہے ہیں وہ سب چھاپنا بند کر دیں۔"
"کیوں؟" میں نے چونک کر پوچھا۔
"کیونکہ اس سے رخشندہ کو نقصان ہو سکتا ہے۔" بیرسٹر مہتاب نے کہا۔
"یعنی ہمارے یہ کہنے سے کہ رخشندہ بے قصور ہے۔ اس سے رخشندہ کو نقصان ہو سکتا ہے؟" میں بولا۔ "یہ تو بڑی عجیب سی بات ہے؟"
"جی ہاں۔" بیرسٹر مہتاب گردن ہلا کر بولا۔
"تو ہمیں یہ کہنا چاہیے کہ وہ مجرم ہے اور اسے جلد سے جلد پھانسی پر چڑھا دیا جائے؟" میں نے پوچھا۔
"نہیں میرا یہ مطلب نہیں ہے۔" بیرسٹر مہتاب نے کہا۔
"بلکہ میرا مطلب ہے کہ اس کے یہ کہنے سے کہ اس نے اپنے شوہر پر گولی نہیں چلائی ہے اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچنے والا میں اس کے بچاؤ کے لیے ایک ایسا پوائنٹ پیش کر رہا ہوں جس میں وہ قبول کرے گی کہ اس نے اپنے شوہر پر گولی چلائی تھی لیکن پھر بھی اس اقرار کے باوجود اس کا بال تک بیکا نہیں ہوگا۔"
"وہ جھوٹ بولے گی؟" میں نے کہا۔ "آپ اس سے جھوٹ بلوائیں گے؟"
"نہیں وہ اپنا بیان دے گی۔" بیرسٹر مہتاب نے کہا۔
"لیکن وہ اپنا بیان دے چکی ہے۔" میں بولا۔
"پولیس کو دے چکی ہے عدالت کو نہیں۔" بیرسٹر مہتاب نے کہا۔ "پولیس زبردستی بھی اپنے مطلب کا بیان لے لیتی ہے اس لیے اس کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔"
"تو آپ کون سا بیان دلوار ہے ہیں اس سے؟" میرے اس سوال پر بیرسٹر مہتاب ذرا ہچکچایا پھر مسکراتے ہوئے بولا۔ "آپ چونکہ رخشندہ کے خیر خواہ ہیں اور اوپر سے اخبار والے بھی ہیں اس لیے آپ کو بتانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"
"تو پھر بتائیے۔" میں بولا۔
"اصل میں اس روز یہ ہوا تھا۔" بیرسٹر مہتاب نے اس طرح کہنا شروع کیا جیسے وہ زبانی یاد کر کے آیا ہو۔ "یہ سکندر جمال ایک بہت گھٹیا اور کمینہ آدمی تھا ہر وقت پرائی عورتوں کے چکر میں رہتا تھا اور ایک شوہر کی حیثیت سے اپنے تمام فرائض سے غافل تھا جب سے اس کی اور رخشندہ کی شادی ہوئی تھی۔ تب ہی سے اس کا سلوک ایسا ہی تھا۔ لیکن حالات اب ایسے ہو چکے تھے کہ رخشندہ کے صبر کا پیمانہ چھلک گیا تھا۔ اس رات جب وہ لانچ پر موجود تھا تب بھی سکندر اپنی گندی عادتوں سے باز نہیں آیا تھا۔ آدھی رات کو جب اچانک رخشندہ کی آنکھ کھلی تو اس نے اپنے شوہر کو کیبن سے غائب پایا۔ تب اسے بہت غصہ آیا۔ اس نے اپنے شوہر کے تکیے کے نیچے ریوالور دیکھا اور اسے اٹھا لیا پھر وہ......"
"بس بس میں سمجھ گیا۔" میں ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "آپ کیا کہانی سنانا چاہتے ہیں۔ یہ میں سمجھ گیا ہوں۔ رخشندہ نے ریوالور اٹھایا اور اپنے شوہر کی تلاش میں نکل پڑی۔ وہ بے چاری اب اور اپنے ارمانوں کا خون ہوتے نہیں دیکھ سکتی تھی اس نے ڈیک پر اپنے شوہر کو ایک غیر عورت کے ساتھ دیکھا اور جنون میں گولی چلا دی۔"
"وہ غیر عورت صائمہ تھی۔" بیرسٹر مہتاب نے جلدی سے کہا۔
"دیکھیے بیرسٹر صاحب آپ یہ کہانی عدالت کو جا کر سنائیے گا۔" میں ذرا سخت لہجے میں بولا۔ "میرا اس سے کوئی لینا دینا نہیں ہے اور نہ ہی میرے پاس ایسی کہانیاں سننے کا وقت ہے۔"
"ٹھیک ہے۔" بیرسٹر مہتاب منہ بنا کر بولا۔ "لیکن مس نیلم نے آپ پر جو کیس کیا ہے کل اس کی تاریخ ہے آپ کو عدالت میں حاضر ہونا ہے۔ اس کے لیے تو وقت ہے نا آپ کے پاس؟"
"جی ہاں اس کے لیے میرے پاس وقت بہت ہے۔" میں کرخت لہجے میں بولا۔
"لیکن اگر آپ چاہیں تو میں عدالت سے باہر اس کیس کا سمجھوتہ کرا سکتا ہوں۔" اچانک بیرسٹر مہتاب نے نرم سے لہجے میں کہا۔
"کیسے؟" میں بولا۔ "ایک لاکھ روپے مجھ سے لے کر؟"
"نہیں۔" بیرسٹر مہتاب بولا۔ "آپ نوے ہزار دے دیجیے گا۔"
"یعنی آپ سیلز ٹیکس معاف کرا دیں گے؟" میں نے ہنس کر کہا۔
"آپ تو مذاق کر رہے ہیں۔"
"او کے مجھے منظور ہے۔" میں اچانک بولا۔ "آپ عدالت سے کیس خارج کرا دیں میں نیلم داؤد کو نوے ہزار روپے دے دوں گا۔" میری یہ بات سن کر وارثی نے بڑی حیرت بھری نظروں سے میری طرف دیکھا پھر اس نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ میں نے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا اور اپنی پتلون کی جیب سے ایک روپے کا ایک سکہ

نکالا اور اسے بیرسٹر مہتاب کی گود میں اچھالتا ہوا بولا۔ "یہ ڈاؤن پیمنٹ ہے۔ بیرسٹر صاحب باقی کی رقم بھی اسی طرح دھیرے دھیرے میں ادا کردوں گا۔"

میری بات سن کر بیرسٹر مہتاب کا چہرہ کانوں تک سرخ ہو گیا۔ اس نے بڑی قہر آلود نگاہوں سے مجھے گھورا اور پھر ایک جھٹکے سے اپنا بریف کیس اٹھا کر بڑبڑاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

"دیکھ لیا وارثی؟" بیرسٹر مہتاب کے جانے کے بعد میں نے وارثی سے کہا۔ "بڑا گھاگ ہے کیسی خطرناک کہانی گڑھ کر لایا تھا۔"

"یہ وکیل سب ایسے ہی ہوتے ہیں۔" وارثی بولا۔ "نہ جانے رخشندہ کو کیا پٹی پڑھائی ہے کہ وہ اس کی باتوں میں آگئی اور اپنا وکیل مقرر کر دیا۔"

"جہنم میں جائے۔" میں اکتائے ہوئے لہجے میں بولا۔ "تم بتاؤ کیا معلومات حاصل ہوئیں؟"

"کچھ نہیں۔" وارثی بولا۔ "صرف گلزار کے بارے میں ایک بڑی عجیب سی بات معلوم ہوئی ہے تم نے کہا تھا کہ نا کہ میں گلزار کو ٹٹولوں۔"

"ہاں تو کیا بات معلوم ہوئی تھی؟" میں نے پوچھا۔

"معلوم یہ ہوا کہ نیلم اس پر بری طرح مرتی تھی لیکن گلزار اس کی پروا بھی نہیں کرتا تھا۔" وارثی نے کہا۔ "یک طرفہ محبت تھی ان کے فلیٹ والی عمارت کے لوگ کہتے ہیں کہ نیلم گلزار کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑی ہوئی تھی لیکن گلزار کو اس میں اتنی گہری دلچسپی نہیں تھی کہ وہ اس سے شادی کر لیتا لوگ حیران ہیں کہ ان کی شادی کیسے ہوگئی؟"

"تمہارا مطلب ہے کہ نیلم گلزار سے شادی کرنے کے لیے بہت بے چین تھی؟" میں نے کہا۔ "لیکن گلزار نے ایسی کوئی دلچسپی نہیں دکھائی تھی؟"

"ہاں۔"

"تو پھر گولی مارو ان کی محبت اور ان کی شادی کو۔" میں اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا۔ "فی الحال تو بڑی بھوک لگی ہے۔"

"تو جا کہاں رہے ہو؟" وارثی نے کہا۔ "میں کھانا منگوا تا ہوں۔"

"نہیں کہیں باہر چل کر کھاتے ہیں آؤ چلو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "نگار ریسٹورنٹ کی تندوری مرغی سنا ہے بڑی لذیز ہوتی ہے تمہیں یاد ہے پچھلے ہفتے ہمیں گڈانی کے ساحل سے کچھ خالی لفافے ملے تھے جن پر نگار ریسٹورنٹ کا نام لکھا ہوا تھا۔ گلزار اور نیلم پکنک پر اس ریسٹورنٹ سے کھانا وغیرہ لے کر گئے تھے۔"

"ارے تو تم اپنی جان کیوں ہلکان کر رہے ہو؟" وارثی اٹھ کر بولا۔ "نگار ریسٹورنٹ تو بہت دور ہے۔"

"اب چلو بھی۔" میں نے زبردستی اسے پکڑ کر گھسیٹ لیا۔

جب ہم نگار ریسٹورنٹ میں پہنچے تو اس وقت لنچ کا وقت تھا۔ اس لیے وہاں کافی رش تھا۔ بڑی مشکل سے ایک میز پر جگہ ملی ویٹر نے مینو ہمارے سامنے لا کر رکھ دیا تو میں بولا۔ "مینو چھوڑو یار دو تندوری مرغ اور نان لے آؤ۔"

"مگر آج تو مرغی نہیں ہے صاحب۔" ویٹر بولا۔ "آج منگل ہے اس لیے یہاں مچھلی اور سبزی اسپیشل ہوتا ہے۔"

"کمال ہے ہم تو آئے ہی تھے تندوری مرغ کھانے کے لیے۔" میں بولا۔

"صاحب مٹر پنیر اور ملائی کوفتہ یہاں کی خاص ڈشیں ہیں آج کی اسپیشل کہیے تو لے آؤں؟" ویٹر نے ادب سے کہا۔

"تو مرغ نہ منگل کو بنتا ہے اور نہ بدھ کو؟" میں نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"جی جناب۔" ویٹر بولا۔ "یہاں پورے ہفتے کا مینو الگ الگ ہوتا ہے۔ جو چیز آج بنتی ہے وہ دوسرے روز نہیں بنتی۔"

"ویری گڈ۔" میں بولا اور اچھل کر کھڑا ہو گیا پھر اپنی جیب سے دس کا ایک نوٹ نکال کر ویٹر کے ہاتھ پر رکھتا ہوا بولا۔ "یہ تمہارا ٹپ ہے پیارے کھانا کھانے کے بعد تو سب ہی ٹپ دیتے ہیں لیکن بغیر کچھ کھائے پیے ٹپ میرے علاوہ کوئی اور نہیں دے گا۔"

وارثی آنکھیں پھاڑے میری طرف دیکھ رہا تھا پھر وہ معصومیت سے بولا۔ "تو کیا اب یہاں نہیں کھاؤ گے؟"

"نہیں آؤ میرے ساتھ چلو۔" میں نے اس کے کچھ بولنے سے پہلے اس کی کلائی پکڑ لی اور اسے ریسٹورنٹ کے باہر لے آیا۔ ریسٹورنٹ سے چند قدم کے فاصلے پر پبلک ٹیلی فون کا بوتھ لگا ہوا تھا۔ میں نے وارثی کا ہاتھ چھوڑ دیا اور جیب سے فون کارڈ نکال کر ہول میں ڈال دیا اور پھر قمیض کی جیب سے بیرسٹر مہتاب کے لیٹر ہیڈ والا نوٹس نکال کر اس کے دفتر کا نمبر ملانے لگا۔ تھوڑی دیر بعد میری سماعت سے بیرسٹر مہتاب کی آواز ٹکرائی۔ "ہیلو۔"

"بیرسٹر صاحب میں سہیل بول رہا ہوں کرائم رپورٹر۔" میں نے آپ کو یہ بتانے کے لیے فون کیا ہے کہ میں نیلم داؤد سے عدالت کے باہر سمجھوتہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"وہی ایک روپے والا سمجھوتہ؟" بیرسٹر مہتاب کی آواز میں طنز کی جھلک تھی۔

"وہ مذاق کی بات تھی بیرسٹر صاحب۔" میں سنجیدگی سے بولا۔ "اب میں بالکل سنجیدہ ہوں۔"
"یعنی کہ اب آپ کے چھکے چھوٹ رہے ہیں۔" اس بار بھی بیرسٹر کی آواز میں کاٹ تھی۔ "خیر کیا چاہتے ہو تم؟"
"میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ اپنی کلائنٹ کو اپنے دفتر میں بلا لیجیے۔ میں بھی وہاں آتا ہوں، ہم بات کر کے کوئی سمجھوتہ کر لیں گے۔"
"سمجھوتہ ایک لاکھ روپے کے ہرجانے کے بغیر نہیں ہو گا۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔
"میں لاکھ روپے ساتھ لے کر آؤں گا۔" میں بولا۔
"پھر ٹھیک ہے ایک گھنٹے بعد میرے دفتر میں آجانا۔" بیرسٹر مہتاب نے یہ کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا۔
"ماجرا کیا ہے یار؟" وارثی ہماری بات چیت سننے کے بعد بولا۔ "میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔ یہ ایک لاکھ روپے تم ابھی کہاں سے لاؤ گے؟"
"روپے تو تم لے کر آؤ گے۔" میں بولا۔ "آخر تم میرے دوست ہو۔ برے وقت میں تم جیسا دوست ہی دوست کے کام آتا ہے۔ جاؤ ابھی بینک کا وقت ختم ہونے میں کافی دیر ہے تم روپے نکلوا لاؤ۔"
"پاگل ہو گئے ہو کیا؟" وارثی چیخ پڑا۔ "میرے اکاؤنٹ میں اتنے روپے نہیں ہیں۔"
"ٹھیک ہے۔" میں بولا۔ "تم نہیں دیتے تو زبردستی نہیں ہے مگر میں ایک گھنٹے کے اندر اندر جیل میں ہوں گا۔"
"بکواس مت کرو۔" وارثی الجھے ہوئے لہجے میں بولا۔ "مگر یہ بتاؤ تم یکایک سمجھوتہ کرنے پر کیوں آمادہ ہو گئے؟"
"اصل میں مجھے ڈر لگ رہا ہے۔" میں نے گمبھیر لہجے میں کہا۔ "کہ کہیں نیلم داؤد ہرجانے کی رقم بڑھا کر دگنی نہ کر دے۔"
"تم اتنے بھولے نہیں ہو۔" وارثی بولا۔ "میں جانتا ہوں تم کتنے ڈرپوک ہو۔"
"خیر اب جو کام میں نے کہا ہے وہ جا کر کرو۔" میں بولا۔ "میں وہیں جا رہا ہوں بیرسٹر مہتاب کا دفتر پلازہ کے سامنے دلکشا چیمبر میں ہے تم ایک گھنٹے بعد مجھے دلکشا چیمبر کے نیچے مل جاؤ ٹھیک ہے؟"
"ٹھیک ہے بابا جاؤ۔" وارثی جھلا کر بولا۔ "میں پہنچ جاؤں گا۔"
"روپے کے ساتھ۔" میں نے کہا۔
"ابے ہاں۔" وارثی مجھے گھورتا ہوا اپنی کار میں بیٹھ گیا۔ اس کے جاتے ہی میں نے ایک ٹیکسی روکی اور مارننگ نیوز کے دفتر میں پہنچ گیا مارننگ نیوز کا کرائم رپورٹر جیلانی اتفاق سے وہیں موجود تھا۔ "آؤ پیارے کہو آج یہاں کیسے آنا ہوا؟" مجھے دیکھتے ہی وہ اپنے سارے دانت نکال کر بولا۔
"میں ذرا جلدی میں ہوں جیلانی۔" میں اس سے ہاتھ ملاتا ہوا بولا۔ "اس لیے ایک ہی سانس میں میری ساری بات سن لو۔"
"بولو...... بولو۔" جیلانی گھبرا گیا۔
"پچھلے دنوں تمہارے اخبار میں نیلم داؤد اور اس کے ہونے والے شوہر کی کچھ تصاویر شائع ہوئی تھیں۔ وہی گڈانی کے ساحل پر پکنک والی۔" میں جلدی جلدی بولتا چلا گیا۔ "وہ تصویریں مجھے چاہئیں۔"
"مگر اب ان تصویروں میں رہ کیا گیا ہے؟" جیلانی حیرت سے بولا۔ "انہیں چھپے ہوئے تو ایک ہفتہ ہو گیا ہے۔"
"دیکھو یار خوامخواہ کی بحث مت کرو۔" میں بولا۔ "میں تم سے ایک ایسی چیز مانگ رہا ہوں جو تمہارے لیے اب بالکل بے کار ہے لیکن وہ میرے کام آسکتی ہے اس چکر میں تم کیوں پڑتے ہو؟ ابھی نہیں میں تمہیں بعد میں سب بتا دوں گا ابھی تو تم تصویریں دے دو۔"
جیلانی نے دھیان سے میری طرف دیکھا پھر گہرا سانس لے کر بولا۔ "ٹھیک ہے تم بیٹھو میں اندر سے تصویریں لے کر آتا ہوں۔"
تھوڑی دیر بعد جب جیلانی واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک خاکی لفافہ تھا۔ جسے وہ میرے سامنے رکھتا ہوا بولا۔ "اب تم از کم اتنا تو بتا دو کہ اخبار میں چھپی ہوئی ان تصویروں کے باوجود تمہیں اصل تصویروں کی کیا ضرورت پیش آگئی؟"
"کیونکہ چھپی ہوئی تصویروں کے مقابلے میں اصل تصویریں زیادہ صاف ہوتی ہیں۔" میں نے کہا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس سے پہلے کہ جیلانی اور کچھ پوچھتا میں اس کا شکریہ ادا کر کے رخصت ہو گیا۔
جب میں دلکشا چیمبر کے سامنے ٹیکسی سے اترا تو میں نے دیکھا وارثی ایک ہاتھ میں بریف کیس لٹکائے فٹ پاتھ پر کھڑا ہے۔ "روپے لائے؟" میں نے اس کے نزدیک جا کر پوچھا تو جواب دینے کی بجائے اس نے بریف کیس مجھے تھما دیا۔
"ابے یہ گدھے کی طرح منہ لٹکائے کیوں کھڑے ہو؟" میں اس کے چہرے پر نظر ڈال کر بولا۔ "رونے کی ضرورت نہیں ہے میں بہت جلد تمہارے یہ روپے دوگنے کر کے

دکھاؤں گا۔“
”میں مر نہیں رہا ہوں۔“ وارثی بولا۔ ”لیکن عادت سے مجبور ہوں اتنی بڑی رقم کے ہاتھ سے جانے پر میرے دل کو کچھ ہونے لگتا ہے۔“
”کہہ جو دیا کہ جتنا جائے گا اس سے زیادہ واپس آئے گا۔“ میں بولا۔
”لیکن فی الحال تو جا رہا ہے نا؟“
”ٹھیک ہے یہ بھی فی الحال نہیں جائے گا۔“ میں نے کہا۔ ”آؤ اب چلو۔“
ہم جب بیرسٹر مہتاب کے دفتر میں پہنچے تو استقبالیہ کاؤنٹر پر بیٹھی ہوئی لڑکی نے میرا کارڈ دیکھتے ہی مجھے اندر جانے کا اشارہ کیا شاید اسے میرے بارے میں بیرسٹر مہتاب نے کہہ رکھا تھا۔
نیلم داؤد اپنی پوری چمک دمک کے ساتھ بیرسٹر مہتاب کے کمرے میں موجود تھی میرے چہرے پر نظر پڑتے ہی اس کے ہونٹوں پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ دوڑنے لگی۔
”تشریف رکھیے صاحبان۔“ بیرسٹر مہتاب نے صوفے کی جانب اشارہ کیا تو میں اور وارثی ایک لمبے صوفے پر بیٹھ گئے۔ نیلم کے ہونٹوں پر اب بھی مسکراہٹ دوڑ رہی تھی۔
”اب اس معاملے کو نمٹانے سے پہلے کیا میں میڈم نیلم سے چند باتیں پوچھ سکتا ہوں؟“ میں نے بیرسٹر مہتاب سے کہا۔
”شوق سے پوچھیے جناب۔“ بیرسٹر مہتاب دیانتداری سے بولا۔
”میڈم۔“ میں نے بڑی نرم اور میٹھی سی آواز میں پوچھا۔ ”کیا آپ مجھ سے خفا ہیں؟“
”خفا تو مجھے ہونا ہی چاہیے۔“ نیلم نے کہا۔ ”آپ نے کم کیچڑ اچھالا ہے مجھ پر؟ آپ نے پولیس کو بتایا کہ میں نے سکندر کو اپنے فلیٹ میں پناہ دے رکھی ہے۔ آپ نے کہا کہ سکندر مرا نہیں ہے۔ آپ نے کہا کہ میں سکندر کو مردہ ظاہر کر کے اس کی کسی سازش میں شریک ہوں۔ آپ نے کہا تھا کہ میرے بیڈروم میں ساری رات کوئی مرد رہتا ہے۔ اپنی بھرپور کوشش کے باوجود آپ سکندر کو میرے فلیٹ سے برآمد نہیں کر پائے۔“
”ٹھیک ہے۔“ میں بولا۔ ”میں مانتا ہوں کہ وہ سب باتیں غلط تھیں مگر اس کمبل کے بارے میں آپ نے کہا تھا کہ آپ نے اس میں برف لپیٹ رکھا تھا؟“
”جی ہاں۔“ نیلم نے جلدی سے کہا۔ ”کیا وہ ساری باتیں مجھے پھر سے دہرانی پڑیں گی؟“
”سب نہیں کچھ باتیں۔“ میں سکون سے بولا۔ ”آخر میری جیب سے ایک لاکھ روپے نکل رہے ہیں اس لیے میری کم از کم کچھ تو تسلی ہونی چاہیے۔“
”بالکل جناب۔“ نیلم کے بولنے سے پہلے ہی بیرسٹر مہتاب بول پڑا۔
”آپ جو پوچھنا چاہیں پوچھ لیں نیلم کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔“
نیلم نے ایک نظر بیرسٹر مہتاب کی طرف ڈالی پھر بولی۔
”ٹھیک ہے پوچھیے۔“
”شکریہ۔“ میں بولا۔ ”آپ نے کہا تھا کہ مسٹر گلزار نے شادی کی تجویز اس روز آپ کے سامنے رکھی تھی جس رات سکندر کا قتل ہوا تھا؟“
”ہاں۔“ نیلم نے کہا۔
”یعنی منگل کے دن بارہ تاریخ کو؟“ میں نے پوچھا۔
”ہاں۔“
”کس وقت؟“
”صبح ساڑھے گیارہ بجے کے قریب۔“ نیلم بولی۔
”پھر آپ نے کیا کیا؟“
”پھر ہم نے پکنک منانے کا فیصلہ کیا۔“ نیلم نے کہا۔ ”گڈانی کے ساحل پر۔“
”لیکن جانے سے پہلے آپ فلیٹ پر آئی تھیں۔ کیوں؟“ میں نے پوچھا۔
”گھر میں کھانے پینے کا کچھ سامان مثلاً انڈے، پنیر، مچھلی وغیرہ موجود تھا میں نے سوچا اس سامان کو پکنک پر ساتھ لے چلتے ہیں۔“
”بہت اچھا سوچا آپ نے۔“ میں بولا۔ ”لیکن گڈانی جاتے وقت آپ نے نگار ریسٹورنٹ سے کھانے پینے کا اور بھی سامان خریدا تھا؟“
”ہاں“ وہ بولی۔
”منگل کے دن بارہ تاریخ کو؟“ میں نے پوچھا۔
”ہاں۔“
”پکنک پر روانہ ہونے کے بعد سے آپ نے پھر سکندر کی صورت نہیں دیکھی؟“
”جی ہاں اس روز گیارہ بجے کے بعد میں نے اسے زندہ نہیں دیکھا۔ دوسرے روز جب لاش کی شناخت کے لیے مجھے بلایا گیا تو وہ مردہ تھا۔“ نیلم نے کہا۔
”او کے نگار ریسٹورنٹ سے کھانا خریدنے کے بعد آپ

نے کوک کی بوتلیں بھی خریدی تھیں بڑی بوتلیں؟''
''ہاں۔''
''کتنی؟''
''چھے۔''
''پھر راستے میں آپ کو خیال آیا کہ بوتلوں کو ٹھنڈا کرنے کے لیے آپ کو برف بھی لینا چاہیے اور برف خرید کر آپ نے اسے کمبل میں لپیٹ دیا جس سے کمبل گیلا ہو گیا؟'' میں بولا۔
''جی ہاں۔'' نیلم جھلا کر بولی۔ ''یہ سب باتیں میں آپ کو پہلے بھی بتا چکی ہوں۔''
''میری یادداشت کمزور ہے میڈم۔'' میں دھیرے سے بولا۔ ''ایک بار پھر سہی کیا فرق پڑتا ہے؟ آپ پکنک پر کیمرہ بھی لے کر گئی تھیں؟''
''ہاں کیا پکنک پر کیمرہ لے جانا منع ہے؟'' نیلم نے غصے سے پوچھا۔
''نہیں، یہ میں نے کب کہا۔'' میں اطمینان سے بولا۔ ''میں تو آپ کی فوٹوگرافی کی تعریف کرنا چاہتا ہوں آپ کی وہ تصویریں میں نے دیکھی ہیں جو مارننگ نیوز میں شائع ہوئی ہیں۔ آپ یقیناً بہت اچھی فوٹوگرافر ہیں۔''
''شکریہ۔'' نیلم نے منہ بنا کر کہا۔
''جس تصویر سے گلزار پانی میں تیرتے ہوئے لکڑی کے ایک بڑے سے تختے پر چڑھنے کی کوشش کر رہا ہے وہ تصویر آپ نے کتنے بجے کھینچی تھی؟''
''شام کو تین یا چار بجے تھے۔''
''آپ لوگ گڈانی پہنچے کب تھے؟'' میں نے پوچھا۔
''کوئی ڈیڑھ دو بجے کے قریب۔'' نیلم نے جواب دیا۔
''وہ تمام تصویریں لنچ سے پہلے کھینچی گئی تھیں یا بعد میں؟''
''بعد میں۔''
''کوک آپ نے لنچ کے دوران پی تھی؟'' میں نے پوچھا۔
''ہاں لنچ کے پہلے بھی پی تھی۔'' نیلم نے کہا۔
''گڈانی کے ساحل پر آپ لوگ کب تک ٹھہرے تھے؟''
''پانچ ساڑھے پانچ بجے تک۔'' نیلم نے کہا۔ ''کیونکہ آٹھ بجے مجھے اسٹیشن جانا تھا۔ اپنی ممی کو لینے کے لیے اس لیے ہم ذرا جلدی چلے آئے تھے۔''
''آپ نے کہا تھا کہ گلزار بھی آپ کے ساتھ اسٹیشن گیا تھا؟'' میں نے پوچھا۔
''ہاں لیکن گاڑی لیٹ تھی اس لیے وہ رکا نہیں تھا۔'' نیلم نے کہا۔
''لیکن اگلے دن صبح سویرے وہ آپ کا ناشتا تیار کرنے کے لیے آپ کے فلیٹ میں آ گیا تھا؟'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
''ناشتا تیار کرنے نہیں بلکہ وہ ممی سے ملنے آیا تھا۔ جن سے وہ رات کو نہیں مل سکا تھا۔''
''آپ اپنی ممی کو ساتھ لے کر اسٹیشن سے گھر کیسے گئی تھیں؟''
''ہماری بلڈنگ میں رہنے والے ایک صاحب سے اسٹیشن پر ملاقات ہو گئی وہ گھر جا رہے تھے ہم ان کی گاڑی میں ہی آئے تھے۔'' نیلم نے بتایا۔ ''اور یہ بات میں پہلے بھی بتا چکی ہوں۔''
''تو کیا گلزار اکثر آپ کی کار استعمال کرتا رہتا ہے؟'' میں نے پوچھا۔
''ہاں۔''
''خیر۔'' میں نے اپنی جیب سے تصویروں والا لفافہ نکالا اور اس میں سے ایک تصویر نکال کر نیلم کے سامنے رکھ دی اور بولا۔ ''اب یہ دیکھیے یہ تصویریں آپ ہی کی کھینچی ہوئی ہیں یہ وہی تصویریں ہیں جو آپ نے پچھلے ہفتے مارننگ نیوز میں چھپنے کے لیے دی تھیں۔''
''ہاں...... مگر یہ آپ کے پاس کہاں سے آئیں؟'' نیلم نے حیرت سے پوچھا۔
''مارننگ نیوز کے دفتر سے ادھار مانگ کر لایا ہوں۔'' میں بولا۔ ''اب آپ اپنی آنکھوں پر سے یہ سیاہ چشمہ اتار کر دھیان سے تصویر کو دیکھیے یہ شام کے چار ساڑھے چار بجے کھینچی گئی ہیں۔''
''مجھے چشمہ اتار کر انہیں دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' نیلم نے ذرا تلخ لہجے میں کہا۔ ''اس میں جو کچھ ہے مجھے زبانی یاد ہے۔''
''اس تصویر میں کمبل پر برف رکھا ہوا ہے۔'' میں بولا۔ ''یہ برف ایک ہی بڑے سے ٹکڑے کی صورت میں ہے۔''
''ہاں۔''
''یہ تو کم از کم دس کلو کا ٹکڑا لگ رہا ہے۔'' میں نے کہا۔ ''تین چار گھنٹے میں گلنے کے باوجود یہ دس کلو کا نظر آ رہا ہے کیا چھ کوک کی بوتلوں کو ٹھنڈا رکھنے کے لیے اتنا برف زیادہ نہیں ہے؟''
''ہو گا۔'' نیلم شانے اچکا کر بولی۔ ''ہمیں جو مل گیا تھا وہ لے لیا۔''

''ویسے آپ کو یاد ہے نا کہ پچھلے منگل کا دن جب آپ پکنک منانے گئی تھیں تو وہ ایک انتہائی گرم دن تھا۔'' میں نے دھیرے دھیرے کہا۔ ''سارا دن گرم ہوائیں اور لو چلتی رہی تھی۔ اخبارات نے بھی موسم کی پیشگوئی میں پچھلے منگل کو گرم ترین دن قرار دیا تھا۔''

''ہاں۔'' تو پھر۔'' یکا یک میں نے ایک دوسری تصویر نکال کر نیلم کے سامنے رکھ دی اور بولا۔ ''اس تصویر میں آسمان پر یہ گھیرے گھیرے بادل کہاں سے آ گئے؟'' نیلم نے کوئی جواب نہیں وہ چپ چاپ ہونٹ کاٹتی رہی پھر یکا یک بولی۔

''ممکن ہے اس دن شام کو بادل آ گئے ہوں۔ یہ ہفتہ بھر پرانی بات ہے اس لیے مجھے ٹھیک سے یاد نہیں ہے۔''

''لیکن آسمان میں بادل تھے یا نہیں تھے اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟'' بیرسٹر مہتاب نے کہا۔

''بہت فرق پڑتا ہے جناب۔'' میں نے پر اعتماد لہجے میں کہا۔ ''اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ تصویریں منگل بارہ تاریخ کو نہیں بلکہ بدھ کے دن تیرہ تاریخ کو کھینچی گئی تھیں کیونکہ منگل کو آسمان صاف تھا جب کہ بدھ کو آسمان پر بادل تھے۔ بدھ کے دن میں وہاں گیا تھا اور آسمان پر بادل میں نے خود دیکھے تھے۔ اس لیے میڈم میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ تصویریں بدھ کو کھینچی گئی ہیں۔''

''نہیں یہ غلط ہے۔'' نیلم تڑپ کر بولی۔

''میڈم جس پکنک کے آپ راگ الاپ رہی ہیں وہ پکنک کبھی ہوئی ہی نہیں ہے۔'' میں ذرا سخت سے لہجے میں بولا۔ ''بدھ کی صبح جب میں اور وارثی آپ کے یہاں آئے اور پھر جب پولیس نے آ کر تفتیش کرنی شروع کر دی تو آپ نے اس وقت سے کہانیاں گھڑنا شروع کر دی تھیں آپ نے گلزار کی طرف سے شادی کی پیش کش کی کہانی سنائی۔ پھر آپ نے پکنک کی فرضی کہانی اس لیے سنائی تاکہ گیلے کمبل اور گیلے جوتوں کی اصلیت کو چھپایا جائے پھر پولیس اور ہم دونوں کے فلیٹ سے چلے جانے کے بعد آپ دونوں نے سب سے پہلے کورٹ میں جا کر شادی کی اور پھر اپنی پکنک والی کہانی کو حقیقت کا روپ دینے کے لیے آپ لوگ گڈانی روانہ ہو گئے۔ جہاں آپ نے ساحل کے قریب ایک درخت کے نیچے کچھ ایسے ثبوت بکھیر دیئے جس سے لگے کہ اس جگہ پکنک ہوئی ہے۔ مزید ثبوت کے لیے آپ نے کیمرے سے تصویریں بھی اتاریں۔''

''یہ جھوٹ ہے۔ ہم پکنک پر بدھ کو نہیں منگل کو گئے تھے۔'' نیلم پھٹ پڑی۔

''بدھ کی صبح باتوں باتوں میں گلزار نے نگار ریسٹورنٹ کا ذکر بھی کیا تھا۔ جہاں سے آپ لوگوں نے تندوری مرغ خریدے تھے یاد ہے آپ کو؟''

''یاد ہے مجھے، وہاں کے تندوری مرغ واقعی بڑے لذیذ ہوتے ہیں۔'' نیلم نے کہا۔

''جی ہاں اتنے لذیذ ہوتے ہیں کہ لوگ اس کی ہڈیاں بھی چبا جاتے ہیں۔'' میں نے طنز بھری مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ''شاید اس لیے ہمیں وہاں سے مرغ کی ایک چھوٹی سی ہڈی بھی نہیں ملی جب کہ انڈے کے چھلکے، کیلے کے چھلکے، کوک کی خالی بوتلیں ان کے ڈھکن اور نگار ریسٹورنٹ کے خالی لفافے ڈبے سب ہی کچھ تھا لیکن مرغ کی ہڈیاں کہیں نہیں تھیں۔''

''اوہ۔'' نیلم ہنس کر بولی۔ ''مرغ تو ہم نے کنارے پر بیٹھ کر کھایا تھا اور ہڈیاں ہم پانی میں پھینکتے رہے تھے۔''

''وری گڈ۔'' میں بھی ہنستے ہوئے بولا۔ ''لیکن میڈم آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ نگار ریسٹورنٹ شہر کا وہ واحد ریسٹورنٹ ہے جہاں گوشت کے ناغے والے دن مرغ بھی نہیں بنتا۔'' یہ کہہ کر میں نے جیب سے نگار ریسٹورنٹ کا مینو نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا اور بولا۔ ''اس مینو کو غور سے دیکھیے کہ منگل کو وہاں مچھلی اور سبزی اسپیشل ہوتا ہے۔ تندوری مرغ بدھ کو بنتا ہے۔''

''تو پھر شاید گلزار نے مرغ کہیں اور سے خریدا تھا۔'' نیلم بولی۔ ''مجھے یاد نہیں ہے۔''

''یہ بھی جھوٹ ہے۔'' میں بولا۔ ''گلزار کوئی چیز بھی الگ سے خریدنے نہیں گیا تھا۔ کار میں آپ دونوں ساتھ تھے اور آپ نے چلتے چلتے ہی یہ سب خریدا ہے۔ آپ نے ابھی ابھی نگار ریسٹورنٹ کے تندوری مرغ کی تعریف کی ہے۔''

''لیکن گلزار نے تو یہ ہی بتایا تھا کہ تندوری مرغ اس نے نگار سے خریدا ہے۔''

''میڈم ایک جھوٹ کو چھپانے کے لیے آدمی کو سو جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔''

میں نے گمبھیر لہجے میں کہا۔ ''میں نگار ریسٹورنٹ کے اس ویٹر کو پیش کر سکتا ہوں جو یہ گواہی دے گا کہ گلزار نے وہاں سے جو چیزیں خریدی تھیں وہ بدھ کو خریدی تھیں۔ ویٹر گلزار کو پہچان بھی لے گا۔ اس کے علاوہ اس لکڑی کی دکان والے کو بھی پیش کر سکتا ہوں جس کی دکان سے آپ لوگوں نے دو فٹ چوڑا اور پانچ فٹ لمبا پرانا تختہ خریدا تھا۔ جس کی تصویر اتارنے کے بعد آپ اسے پانی میں چھوڑ آئی تھیں اور میں ایک ایسا گواہ بھی

پیش کر سکتا ہوں جس نے آپ کی کار میں پیٹرول بھرا تھا۔ پیٹرول پمپ کے اس لڑکے نے آپ کی کار کی پچھلی سیٹ پر پڑا وہ تختہ بھی دیکھا تھا۔“

میری یہ بات سن کر نیلم کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ لیکن میں مسلسل بولتا رہا۔ ”میڈم آپ کا کھیل ختم ہو چکا ہے۔ اب آپ پر قاتل کی ساتھی ہونے کا الزام لگ جائے گا۔ اس لیے آپ قبول کر لیجیے کہ میں نے جو کہا ہے سچ کہا ہے۔“

”نیلم تمہیں کچھ قبول کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔“ یکایک بیرسٹر مہتاب طیش میں آ کر بولے۔ ”اور مسٹر سہیل تم......“

”چپ رہیے آپ۔“ میں بیچ میں ہی چلایا۔ ”آپ دخل اندازی نہ کریں۔“

”آپ بھول رہے ہیں مسٹر سہیل یہ میرا دفتر ہے۔“ بیرسٹر مہتاب بولا۔

”میں کہتا ہوں آپ چپ رہیے۔“ میں نے دوبارہ اونچی آواز میں کہا۔ تو بیرسٹر چپ ہو گیا۔ نیلم کے چہرے پر اڑتی ہوئی ہوائیاں اور گہری ہو گئی تھیں۔ جب وہ کافی دیر تک کچھ نہیں بولی۔ تو میں نے ہی اس خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا۔ ”ٹھیک ہے میڈم آپ مت بولیے مگر میں آپ کو بتاتا ہوں کہ حقیقت کیا ہے۔ بدھ کی صبح تیرہ تاریخ کو جب میں انسپکٹر زمان خان کے ساتھ آپ کے فلیٹ پر آیا تھا تو سوائے اس کے کہ سکندر جمال کا قتل ہو گیا ہے آپ کو اور کچھ معلوم نہیں تھا کہ اصل میں ہوا کیا تھا؟ لیکن جب ہم نے آپ سے بات کی اور آپ کی توجہ گیلے کمبل اور بھیگے ہوئے جوتوں کی طرف دلائی جو آپ کے گیراج میں پڑے تھے تو آپ فوراً سمجھ گئیں کہ کیا ہوا ہوگا؟ چونکہ پچھلی رات آپ کی کار گلزار لے گیا تھا۔ اس لیے آپ فوراً سمجھ گئیں کہ مجرم وہی ہے۔ آپ اس سے محبت کرتی تھیں لیکن آپ جانتی تھیں کہ اس کو آپ سے اتنا لگاؤ نہیں ہے اور شادی کے لیے تو وہ بالکل ہی تیار نہیں تھا۔ تب اسے حاصل کرنے کے لیے آپ کے دماغ میں ایک ایسی ترکیب آ گئی۔ جس سے گلزار پولیس سے بچ بھی سکتا تھا اور آپ اس کو شادی کے لیے بھی رضامند کر سکتی تھیں۔ اس لیے آپ نے گلزار کے بھیگے ہوئے جوتوں اور بھیگے ہوئے کمبل کی صفائی کے طور پر جھٹ پٹ پکنک کی بڑی بہترین کہانی گھڑ لی اور گلزار کی طرف آپ نے اپنی مدد کی قیمت یہ رکھی کہ وہ آپ سے شادی کر لے۔

جوں جوں وہ میری باتیں سنتی جاتی تھی تو ساتھ ہی نیلم داؤد کے چہرے کا رنگ سیاہ پڑتا جا رہا تھا۔ دھیرے دھیرے اس کے ہونٹ بھی کانپنے لگے تھے۔

”میڈم۔“ میں اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا۔ ”گلزار نے آپ سے شادی کی تجویز آپ کے دفتر میں سکندر جمال سے جھگڑے کے بعد نہیں پیش کی تھی۔ پتا نہیں سکندر سے اس کا جھگڑا ہوا بھی تھا یا نہیں؟ بلکہ شادی کی تجویز آپ کے فلیٹ میں عین ہماری موجودگی میں رکھی گئی تھی اور وہ تجویز گلزار کی طرف سے نہیں بلکہ آپ نے خود پیش کی تھی۔ آپ نے وہاں ایسے حالات پیدا کر دیئے تھے کہ گلزار یا تو سکندر جمال کے قتل کے الزام میں وہیں گرفتار ہو جاتا یا پھر اپنی جان بچانے کے لیے آپ کی پکنک والی کہانی میں شامل ہو جاتا۔ مجبوراً اس نے یہ دوسرا راستہ اختیار کیا اور آپ کی بات مان لی۔ اس لیے ہمارے جاتے ہی آپ نے کورٹ میں جا کر فوراً اس سے شادی کر لی۔ آپ سے شادی کرنے سے گلزار کو اپنی جان محفوظ دکھائی دے رہی تھی اور دوسری طرف آپ کی دلی تمنا بھی پوری ہو رہی تھی۔“

بولتے بولتے میں ذرا دیر تک رکا رہا اور نیلم کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو دیکھتا رہا اس بار بھی وہ خاموش رہی تو پھر میں نے آگے کہا۔ ”میڈم اگر آپ نے مجھ پر ہتک عزت کا دعویٰ نہ کیا ہوتا تو شاید میں اس معاملے میں اتنی دلچسپی نہ لیتا اور گڑے مردے اکھاڑنے کی کوشش نہ کرتا۔ یہ ایک لاکھ روپے......“ کہہ کر میں نے میز پر کھلے پڑے ہوئے بریف کیس کو بند کیا اور اسے اپنی گود میں رکھ کر بولا۔ ”آپ کے مقدر میں نہیں لکھے اس لیے میں اسے واپس لے جا رہا ہوں۔“

”مسٹر سہیل۔“ اچانک بیرسٹر مہتاب بول پڑا۔ ”آپ ذرا صبر سے کام لیں اس وقت نیلم کی طبیعت خراب لگ رہی ہے۔“

”میں دیکھ رہا ہوں۔“ میں خشک لہجے میں بولا۔ ”اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ ان کی طبیعت کیوں خراب ہوئی ہے؟“ اتنا کہہ کر میں چپ ہو گیا اور پھر چند لمحوں کی تاخیر کے بعد نیلم کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”میڈم میں یہاں سے سیدھا پولیس اسٹیشن جا رہا ہوں تب تک اگر آپ اپنے نئے شوہر کے ساتھ فرار ہونا چاہیں تو میری طرف سے پوری اجازت ہے۔“

نیلم کے ہونٹ کانپے لیکن منہ سے آواز نہیں نکلی میں وارثی کے ساتھ بیرسٹر کے دفتر سے باہر نکل گیا۔ جب ہم سڑک پر آ گئے تو وارثی نے مجھ سے کہا۔ ”یار تم نے نیلم کو اس طرح چھوڑ کیوں دیا اگر وہ سچ مچ بھاگ گئی تو؟“

”یہ تو اور بھی اچھا ہوگا بے وقوف آدمی۔“ میں ہنس کر بولا۔ ”اس کا فرار ہونے کی کوشش کرنا ہی جرم کا اعتراف

ہوگا۔"

"تم نے اس کے سامنے کچھ گواہ پیش کرنے کی بات کی تھی۔" وارثی بولا۔ "وہ سب گواہ کہاں ہیں؟"

"وہ گواہ کہیں نہیں ہیں۔" میں ہنس کر بولا۔ "وہ تو ڈرامے کو دلچسپ بنانے کے لیے میں نے اندھیرے میں تیر چھوڑ دیا تھا اور تم نے دیکھا تھا کہ وہ بات سنتے ہی اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔"

"یار تم بڑے حرامی ہو۔" وارثی ہنستا ہوا بولا۔ "اچھا اب یہ بتاؤ کہ جب تمہیں یہ ایک لاکھ روپیا اسے دینے ہی نہیں تھے تو انہیں یہاں لانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟"

"ابے گھامڑ ان کے سامنے جاتے ہی میں نے بریف کیس کھول کر رکھ دیا تھا۔" میں نے کہا۔ "بیرسٹر مہتاب روپے دیکھ کر سمجھ گیا کہ مرغا حلال ہونے کے لیے تیار ہے اور اسی خوشی میں اس نے مجھے نیلم سے سوالات پوچھنے کی اجازت دے دی تھی۔ ویسے وہ سارے سوالات تو میں یونہی اپنی ناک اونچی رکھنے کے لیے پوچھ رہا تھا۔ مگر وہ پھنستی چلی گئی۔"

"اوہ۔" وارثی بولا۔ "اب کہاں چلنا ہے۔"

"پولیس ہیڈ کوارٹر۔"

☆☆☆

گلزار نے بھاگنے کی کوشش تو کی تھی لیکن اسے کامیابی نہیں ہوئی۔ اس کے ساتھ نیلم کو بھی گرفتار کرلیا گیا۔ گلزار کے فلیٹ کی تلاشی پر وہ دو لاکھ روپے بھی برآمد کرلیے گئے۔ جو ایک واٹر پروف بلٹ میں رکھے ہوئے تھے اس نے اعتراف کیا کہ وہ واٹر پروف بلٹ اس نے سکندر کا خون کر کے اس سے چھینا تھا۔ اگلے دن کے دی ٹائم میں اس کیس کی کہانی بڑی تفصیل سے شائع ہوئی تھی جو کچھ یوں تھی کہ سکندر جمال اور گلزار دونوں پرانے دوست تھے۔ سکندر جمال جو اپنی بیوی کی دولت ہتھیانے میں کامیاب نہیں ہوا تھا تو اس نے ایک دن اپنے فرضی قتل کا ایک منصوبہ بنایا۔ اپنی بیوی کا مال لے کر ویسے تو وہ بہ آسانی بھاگ سکتا تھا لیکن اس میں کبھی نہ کبھی پکڑے جانے کا خطرہ موجود تھا لیکن اگر وہ مردہ سمجھ لیا جاتا تو ایسی نوبت ہی نہ آتی اور اگر اس کے قتل کی ذمے دار اس کی بیوی کو ٹھہرایا جاتا اور اسے سزا ہو جاتی تو اس کے لیے یہ اور بھی اچھا تھا۔ اسی سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق اس نے ابراہیم بھائی کے پلاٹ کی فروخت پر اڑنگا لگایا تھا۔ اس نے اپنی بیوی رخشندہ سے سلیم ساگانی کو فون کروا کے ایسا انتظام کیا کہ دونوں سلیم ساگانی کی اس پارٹی میں شریک ہو جائیں جو سلیم ساگانی اپنی نئی اور لگژری لانچ پر دینے والا تھا۔

پلاٹ کی خرید و فروخت میں اپنی ٹانگ اڑا کر اسے لاکھ دو لاکھ کی رقم بٹورنے میں کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔ وہ تو لانچ پر اپنی فرضی موت کا ڈراما اسٹیج کرنا چاہتا تھا۔ سکندر جمال نے اپنی بیوی رخشندہ کو پھنسانے کا انتظام پہلے ہی کرلیا تھا۔ سب سے پہلے تو اس نے بیوی کے حق میں اپنی زندگی کا بیمہ کرایا تھا۔ تاکہ یہ بیمہ پالیسی اس کی فرضی موت کے بعد قتل کی وجہ ثابت ہو اور رخشندہ پوری طرح سے پھنس جائے۔ پھر اس نے اپنے محلے کی کیمسٹ کی دکان سے بیوی کو بھیج کر زہر منگوایا۔ وہ زہر اس نے خود ہی اپنے اور رخشندہ کے کھانے میں ملایا اور بچے ہوئے زہر کی پڑیا رخشندہ کے پرس میں چھپا دی۔ اس طرح وہ یہ ظاہر کرنے میں کامیاب ہو گیا کہ اس کی بیوی رخشندہ اس کے قتل کی ایک کوشش پہلے بھی کر چکی ہے۔

پھر جس روز وہ لانچ پر جانے والے تھے اس دن موقع ڈھونڈ کر سکندر نے اپنی بیوی کے دو لاکھ روپے اس کے کمرے سے اڑا لیے اور انہیں اپنی کمر سے بندھے ہوئے واٹر پروف منی بلٹ میں ٹھونس دیا۔ لانچ پر پہنچنے کے بعد آدھی رات کو اپنے ساتھ دو ریوالوروں میں سے ایک کو باتھ روم میں لے جا کر اس میں سے ایک گولی اس طرح پانی میں چلائی کہ آواز نہ ہو پھر اس نے اسی چلی ہوئی گولی کو سمندر میں پھینک دیا اور خالی کارتوس ریوالور میں ہی رہنے دیا پھر اس ریوالور کو اپنے تکیے کے نیچے رکھ کر وہ کیبن سے باہر نکل آیا۔

اب اس کے سامنے اپنی بیوی رخشندہ کو فون کرنے کا مسئلہ تھا کیونکہ لانچ پر کافی مہمان تھے اور کوئی کیبن بھی خالی نہیں تھا مگر اس کا یہ مسئلہ دی ٹائم کے کرائم رپورٹر سہیل نے حل کر دیا۔ سکندر نے جب اسے ڈیک پر ٹہلتے دیکھا تو چپ چاپ اس کے کیبن میں گھس گیا اور وہیں سے اس نے اپنی بیوی کو فون کیا کہ وہ تکیے کے نیچے سے اس کا ریوالور لے کر فوراً ڈیک پر اس کے پاس پہنچ جائے۔ رخشندہ کے آنے سے پہلے اس نے ڈیک پر پڑی ایک رسی کو دوہرا کر کے ریلنگ پر ڈال دیا تھا اور رسی کو باہر کی طرف سمندر میں لٹکا دیا تھا۔ رخشندہ کو دور سے آتا دیکھ کر اس نے پہلے یوں ظاہر کیا جیسے وہ کسی سے ہاتھا پائی کر رہا ہو۔ پھر رخشندہ کے نزدیک پہنچنے سے پہلے وہ ریلنگ پر سے یوں الٹا جیسے وہ زبردستی نیچے دھکیل دیا گیا ہو لیکن اصل میں وہ رسی کے سہارے چپ چاپ پانی میں اتر گیا تھا۔ پھر جب رخشندہ ریلنگ پر پہنچ گئی تو سکندر نے اپنے دوسرے ریوالور سے جو اس کے پاس موجود تھا ہوا میں ایک گولی چلائی اور پھر لانچ کے سائیڈ بورڈ پر اس طرح زور زور سے اپنے پاؤں مارنے لگا کہ شور سن کر لوگ جاگ جائیں جب رخشندہ نے

اوپر سے نیچے پانی میں جھانکا تو اسے اندھیرے میں کچھ دکھائی نہیں دیا۔ وہ ریلنگ سے لٹکی ہوئی رسی بھی نہ دیکھ سکی۔ بیوی کو جھانکتا دیکھ کر سکندر نے دو ایک بار اسے آواز بھی دی اور ہاتھ پاؤں بھی مارے پھر ڈبکی لگا کر لانچ کے نیچے پانی میں غائب ہو کر مخالف سمت کی طرف نکل گیا۔

پھر یہاں سے گلزار کا رول شروع ہوتا ہے۔ وہ سکندر جمال کو کنارے پر لے جانے کے لیے ایک موٹر بوٹ کا انتظام کر کے وہاں آیا تھا۔ سکندر اندھیرے میں تیرتا ہوا موٹر بوٹ پر آ کر سوار ہو گیا۔ گلزار نے گیلے جسم کو ڈھانپنے کے لیے اسے ایک کمبل دیا اور پھر وہ موٹر بوٹ کا انجن بند کر کے اسے چپو کے ذریعے کنارے کی جانب لے جانے لگا۔ راستے میں ایک بار سکندر نے اپنے گیلے کپڑے نچوڑنے کے لیے کوٹ وغیرہ اتارا تو اسی وقت گلزار نے اس کے پیٹ پر بندھے ہوئے واٹر پروف منی بلٹ کو دیکھ لیا پھر جب اس نے سکندر سے پوچھا کہ اس واٹر پروف بلٹ میں کیا ہے تو سکندر بے خیالی میں بے وقوفی سے بول گیا کہ اس میں وہ دو لاکھ روپے ہیں جو وہ اپنی بیوی کے کمرے سے اڑا لایا ہے۔ یہ سنتے ہی گلزار کی نیت بدل گئی اسے یہ تو معلوم تھا کہ سکندر اپنی بیوی کو پھنسانے کے لیے اپنے فرضی قتل کا ڈراما رچا رہا ہے لیکن اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ سکندر کے پاس اس وقت اتنی بڑی رقم بھی ہو سکتی ہے؟"

گلزار کے پاس اب دو لاکھ روپے ہتھیا لینے کا ایک سنہرا موقع تھا۔ چونکہ لوگوں کی نظروں میں سکندر کا قتل ابھی تھوڑی دیر پہلے ہو چکا تھا۔ حالانکہ وہ قتل نہیں ہوا تھا لیکن اب اگر گلزار کے ہاتھوں اس کا سچ مچ قتل ہو جاتا ہے تو کسی کو بھی اس پر شک نہیں ہو سکتا تھا۔ یہی سوچ کر گلزار نے چپ چاپ سکندر کے ریوالور پر قبضہ کر لیا لیکن سکندر نے اس کی یہ حرکت دیکھ لی جس کے نتیجے میں دونوں میں ہاتھا پائی ہو گئی اور لڑتے لڑتے وہ دونوں پانی میں گر گئے۔ اس دوران میں گلزار کے ہاتھ میں چپو آ گیا اور اس نے اسے سکندر کے سر پر دے مارا اور سکندر کا ریوالور چھین کر اسی سے اس کو شوٹ کر دیا اور ریوالور پانی میں پھینک دیا۔ زخمی سکندر کا منی بلٹ اس کی کمر سے نکالنے کے بعد وہ موٹر بوٹ میں سوار ہو گیا اور کنارے کی طرف روانہ ہو گیا۔

کنارے پر نیلم کی فیئٹ کار کھڑی تھی جس پر وہ آیا تھا۔ بھیگا ہوا کمبل اس نے کار کی پچھلی سیٹ پر ڈال دیا اور روانہ ہو گیا۔ اس نے نیلم کی کار اس کے گیراج میں کھڑی کر دی اور گیلے کمبل اور اپنے بھیگے ہوئے جوتوں کو گیراج کے کونے میں یہ سوچ کر ڈال دیا کہ صبح تک یا تو وہ سوکھ جائیں گے اور اگر نہیں سوکھے تو وہ انہیں صبح ہی ٹھکانے لگا دے گا۔

لیکن سہیل کے گیراج میں صبح سویرے گھس جانے کی وجہ سے جوتوں اور کمبل کو ٹھکانے لگانے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ ایک بار تو گلزار کو یہ بھی لگا کہ اس کی کہانی ختم ہونے والی ہے لیکن پھر نیلم کی لاجواب ہوشیاری سے بات سنبھل گئی۔ اس نے پکنک کی آڑ میں گیلے کمبل اور گیلے جوتوں کے راز کو چھپانے کے لیے ایسا تانا بانا بنا کہ انسپکٹر زمان خان جیسا ہوشیار انسپکٹر بھی چکرا گیا۔ مجرم اس وقت پولیس کے سامنے تھا اور سارے ثبوت بھی پولیس کے سامنے پڑے تھے۔ لیکن پھر بھی نیلم بڑی ہوشیاری سے پولیس کی آنکھوں میں دھول جھونکنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔

بدھ کے روز تیرہ تاریخ کو جب نیلم اور گلزار پکنک کا ڈراما اسٹیج کرنے گئے تھے۔ تب بھی ان کے مقدر نے ان کا ساتھ دیا تھا۔ اسی روز کرائم رپورٹر سہیل بھی اپنے دوست وارثی کے ساتھ گڈانی کے ساحل پر گیا تھا اگر نیلم اور گلزار گڈانی کے ساحل پر پندرہ منٹ بھی اور ٹھہرے ہوتے یا سہیل اور وارثی کچھ جلدی وہاں پہنچ جاتے تو ان کا وہیں آمنا سامنا ہو جاتا تو نیلم اور گلزار کا سارا کھیل وہیں ختم ہو جاتا۔

بعد میں پولیس نے رخشندہ کو رہا کر دیا اور گلزار کے فلیٹ سے برآمد ہونے والے اس کے دو لاکھ روپے بھی اسے دے دیئے، جو رخشندہ کے ہی تھے۔ انشورنس کمپنی نے بھی سکندر کی زندگی کے بیمے کی رقم رخشندہ کو دینے کا وعدہ کر لیا۔ حالانکہ سکندر نے وہ بیمہ اس لیے کرایا تھا کہ پولیس کو رخشندہ کے خلاف اس کے قتل کا کوئی مقصد دکھائی دے لیکن سارا کھیل ہی الٹ گیا۔

☆☆

دوسری طرف سلیم ساگانی نے ابراہیم بھائی سے ان کا پلاٹ خرید لیا کیونکہ اب ان کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ رخشندہ کو سکندر کی موت کا کوئی دکھ نہیں ہوا وہ خوش تھی کہ تقدیر نے اسے ایسے آدمی سے نجات دلا دی تھی جو اس کی دولت لوٹ کر اسے پھانسی پر چڑھانے کا سامان کر رہا تھا۔ اس کے لیے وہ میری بہت شکر گزار تھی کہ اگر میں اس کی مدد نہ کرتا تو اس کی سننے والا کوئی نہیں تھا۔

عدالت نے گلزار کو سکندر کا قاتل ٹھہراتے ہوئے عمر قید کی سزا سنائی اور نیلم کو اعانت جرم کے طور پر دو سال کی سزا سنائی۔

○